عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
ہفت روزہ
ختم نبوۃ
INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN
قیمت ۱۰ روپے

مسلم معاشرہ کی تباہی اور اس کا سدباب

ووٹ کی شرعی حیثیت

ختم نبوت کے ایک گمنام مبلغ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

غیر مسلم کو سلام کرنا

محمد سہیل خان، کراچی

س:...... اگر کوئی غیر مسلم ہو اور ہمیں پتہ ہو تو ملاقات کے وقت اُن کو سلام کرنا چاہئے یا نہیں اور اگر سلام نہ کریں تو کس طرح بات شروع کریں؟ اور اگر پہلے وہ خود ہی سلام کردے تو کیا ہم کو جواب دینا چاہئے یا پھر کیا کریں؟

ج:...... غیر مسلم کو سلام کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ سلام ایک سلامتی کی دعا ہے اور وہ صرف مسلمان کے لئے ہی کی جاسکتی ہے، اگر کسی غیر مسلم سے ملاقات ہو تو بجائے سلام کرنے کے حال احوال معلوم کرسکتے ہیں یا گڈ مارننگ وغیرہ بھی کہہ سکتے ہیں اور اگر کوئی غیر مسلم سلام کرے تو اس کے جواب میں وعلیکم کہہ دیا جائے۔

اشارے سے سلام کرنا

س:...... ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا کیسا ہے، بغیر سلام کہے؟

ج:...... بغیر بولے صرف ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا تو کوئی سلام نہیں ہے، بلکہ یہ تو اشارہ ہے اور ایک مسلمان کو تو سلام کرنے کا حکم ہے جس پر اجر وثواب ملتا ہے، اگر کسی وجہ سے آواز پہنچانا مشکل ہو تو زبان سے سلام کرکے اور ہاتھ سے اشارہ کرنا صحیح ہوگا منہ سے بولے بغیر صرف ہاتھ کا اشارہ کرنا درست نہیں۔

غیر مسلم کے گھر کی چیز کھانا

س:...... اگر کسی غیر مسلم کے گھر سے کوئی چیز آئے تو کیا اسے کھاسکتے ہیں؟

ج:...... اگر حلال چیز ہو اور حرام ہونے کا شبہ نہ ہو تو کھاسکتے ہیں، محض غیر مسلم کے گھر سے آنے پر کوئی چیز حرام نہیں ہوجاتی۔

س:...... کھانے کی کوئی چیز قادیانیوں کے گھر سے آئے تو کیا حکم ہے؟ اسی طرح نیاز وغیرہ کا حلیم اور دوسری چیزوں کے بارے میں بتائیں؟

ج:...... قادیانیوں کے گھر سے کوئی حلال چیز آئے تو کھانے کی گنجائش ہے، مگر ان لوگوں سے دوستی کا تعلق رکھنا منع ہے، اس لئے نہ لینا بہتر ہے۔ اسی طرح خاص موقعوں پر جو چیزیں تیار کی جاتی ہیں اور عوام نے ثواب کے نام پر اپنی طرف سے انہیں متعین کررکھا ہے تو یہ بدعت ہے اور بدعت کی معاونت بھی منع ہے، اس لئے ایسی چیزیں بھی نہ لی جائیں، اگر کسی نے لے لیں تو بجائے خود استعمال کرنے کے کسی مستحق کو دے دی جائیں۔

غیر مسلموں کے تہوار میں شرکت

س:...... کیا کرسمس پارٹی یا سالگرہ اور نیو ایئر پارٹی وغیرہ میں شرکت کی جاسکتی ہے؟

ج:...... غیر مسلموں کے تہوار میں شرکت کرنا جائز نہیں، اسی طرح سالگرہ منانا یا اس میں شرکت کرنا بھی غلط ہے، کیونکہ یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔ غیروں کی نقالی ہے اور مسلمانوں کو غیروں کی شباہت اپنانے سے منع فرمایا گیا ہے۔

غیر سیّد کا اپنے آپ کو سیّد لکھنا

محمد خالد، نیو کراچی

س:...... ایک آدمی سیّد نہیں ہے، اور وہ اپنے آپ کو ہاشمی کہلاتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں سیّد ہوں اور اس کے باقی خاندان والے ہاشمی خاندان سے ہونے کا انکار کریں، اس آدمی کا اپنے آپ کو سیّد کہلائے کی کیا حیثیت ہے؟

ج:...... جب اس کے خاندان والے ہاشمی خاندان سے ہونے کا انکار کرتے ہیں تو وہ خود اکیلا کس طرح سیّد ہوسکتا ہے؟ دعویٰ کرنے یا اپنے آپ کو سیّد کہلوانے سے تو کوئی سیّد نہیں بن جاتا اور غیر سیّد کا اپنے آپ کو سیّد کہنا ناجائز وحرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے۔ حدیث میں ہے: ”من ادعی الی غیر ابیه .... فعلیه لعنة اللّٰه و الملائكة والناس اجمعین لایقبل منه صرف ولا عدل۔“ ... جس نے اپنا نسب تبدیل کیا ... اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت، اس کا نہ فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

ہفت روزہ
ختم نبوت
مجلس

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۲ ۵ تا ۱۱ رجمادی الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ اپریل ۲۰۱۳ء شمارہ:۱۵

سرپرست
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

مسلم معاشرہ کی تباہی اور اس کا سدباب!	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
ووٹ کی شرعی حیثیت	۷	مولانا قاضی محمد نسیم
جدت پسندی اور اس کی حدود (۲)	۱۰	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ
غیر مسلم شہری کے حقوق (۳)	۱۳	مولانا نفیس الرحمٰن لدھیانوی
مولانا فضل الرحمٰن کا خطاب	۱۵	پروفیسر خباب احمد خان
اصلاحِ معاشرہ	۱۷	مولانا قاضی احسان احمد
ختم نبوت کا ایک گمنام مبلغ	۱۸	خالد مبین
عالم اسلام سعودی عرب کی تقلید کرے	۲۰	مولانا محمد ازہر مدظلہ
مجازی نبوت کا تارِ عنکبوت (۳)	۲۲	مولانا محمد یوسف لدھیانوی
قادیانی منصوبہ ناکام ہوگیا!	۲۵	ڈاکٹر دین محمد فریدی
شریعت کی پاسداری	۲۶	مرسلہ: مفتی محمد راشد ڈسکوی

زرتعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زرتعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک- ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ:0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

قیامت کے حالات

ایمان کا تقاضا

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، اور جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ یا تو بھلی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۷۳)

مطلب یہ کہ یہ دونوں باتیں تقاضائے ایمان ہیں، اور دونوں کے ساتھ الگ الگ یہ الفاظ فرماتا کہ: "جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو" تاکید مزید کے لئے ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات میں زبان کی حفاظت کی تاکید آئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے، دل میں جو خیالات و احساسات اُبھرتے ہیں، زبان ہی ان کو الفاظ کی شکل میں ڈھالتی ہے، اس لئے زبان کی حفاظت، دل کی حفاظت کا بڑا ذریعہ ہے۔ پھر زبان حق تعالیٰ شانہٗ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حیوانات میں انسان ہی کو اس سے مشرف و ممتاز فرمایا ہے، لغو گوئی میں اس نعمت عظمیٰ کی بے قدری ہے۔ پھر زبان کی ذرا سی بے احتیاطی بسا اوقات دُنیا و آخرت کی ذلت و ندامت کی موجب ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں قریباً بیس گناہ کبیرہ صرف زبان سے سرزد ہوتے ہیں، اس لئے زبان کی حفاظت بہت سے گناہوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص خاموش رہا، اس نے نجات پالی۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۷۳)

یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے، صرف تین الفاظ کے مختصر سے فقرے میں دریائے معانی بند فرمادیا، اور نجات کا نسخہ تجویز فرمادیا ہے۔ انسان کے گناہوں کا سب سے بڑا ذریعہ زبان ہے، جو کثیر الاستعمال بھی ہے، اور کثیر الخطا بھی، اس لئے زبان کے استعمال میں احتیاط ضروری ہے۔

"حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ: کون سا مسلمان سب سے افضل ہے؟ فرمایا: وہ شخص کہ مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۷۳)

یعنی سب سے افضل اور بہتر مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہ مضمون متعدد احادیث میں آیا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مسلمان تو وہ ہے کہ مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہیں، اور مؤمن تو وہ ہے کہ لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں اسے امین سمجھتے ہوں (اس کی جانب سے مطمئن ہوں اور انہیں اس کی جانب سے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو)۔" (ترمذی، نسائی)

یہی حدیث امام بیہقی رحمہ اللہ نے "شعب الایمان" میں حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کی ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے:

"اور مجاہد تو وہ ہے جو اللہ کی طاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے، اور مہاجر تو وہ ہے جو غلطیوں اور گناہوں کو چھوڑ دے۔" (مشکوٰۃ ص:۱۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مسلمان تو وہ ہے کہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں، اور مہاجر تو وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔" (صحیح بخاری)

اور مسلم شریف میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے: "ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ: کونسا مسلمان سب سے بہتر ہے؟ فرمایا: وہ شخص کہ مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ ہوں۔" (مشکوٰۃ ص:۱۲)

اور حضرت عمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طویل روایت میں ہے: "میں نے پوچھا کہ: کونسا اسلام افضل ہے؟ فرمایا: وہ شخص جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔"

ان احادیثِ مبارکہ میں زبان کی حفاظت کی تاکید ہے، اور آدمی کا اپنی زبان اور ہاتھ کو کسی کی ایذا رسانی سے بچانا، اس کو کمال اسلام کی علت قرار دیا ہے، ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو ایذا پہنچاتا ہو اور ان کے حقوق پامال کرتا ہو اس کو اچھا مسلمان نہیں کہہ سکتے۔

چونکہ زبان کا میدان ہاتھ سے زیادہ وسیع ہے، اس لئے زبان کو پہلے ذکر فرمایا، کیونکہ ہاتھ سے تو صرف اسی شخص کو تکلیف پہنچائی جاسکتی ہے جو سامنے موجود ہو، لیکن زبان سے ماضی، حال اور مستقبل، حاضر و غائب سب لوگوں کو ایذا پہنچائی جاسکتی ہے۔ نیز زبان ہلانے میں کوئی مشقت نہیں، اس لئے زبان کے گناہ بہت ہی عام ہیں، اور ان میں سے بیشتر کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اس لئے زبان کی حفاظت کی بہت ضرورت ہے، کسی کی زبان سے لوگوں کے محفوظ رہنے کی بس ایک ہی صورت ہے کہ زبان سے جو بات بھی کہے سوچ سمجھ کر کہے، اور آخرت کے عذاب و وبال کو پیشِ نظر رکھے، حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

"ہر قول اور ہر فعل اختیاری کسی نہ کسی

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

غایت کے لئے مطلب ہوتا ہے، پس ہر کام اور ہر بات میں یہ سوچنا چاہئے کہ اس کی غایت کیا ہے؟ جس کام اور جس بات کی کچھ غایت نہ ہو، وہ فضول ہے، اور غایت معلوم ہو، مگر مفید نہ ہو، وہ بھی فضول ہے، اور اگر وہ غایت کوئی ضرر ہو لازم یا متعدی تو وہ کلام یا بات مضر ہے۔" (انفاسِ عیسیٰ، ص:۱۸۳)

"حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائی، وہ مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوگا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں: علماء نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں وہ گناہ مراد ہے، جس سے اس شخص نے توبہ کرلی ہو۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۷۳)

زبان سے جو بے شمار گناہ سرزد ہوتے ہیں، ان میں سے ایک گناہ کسی مسلمان کو اس کے گناہ پر عار دلانا ہے، اس حدیث میں اس گناہ کا وبال ذکر فرمایا ہے کہ ایسا شخص مرنے سے پہلے اس گناہ میں خود مبتلا ہوکر مرے گا، نعوذ باللہ!

یہاں یہ بات پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ کسی گنہگار کو گناہ چھوڑنے کی نصیحت اور تلقین کرنا دُوسری بات ہے، اور کسی مبتلائے گناہ کو اس کے گناہ پر عار دلانا دُوسری چیز ہے۔ پہلی چیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک شعبہ ہے، جو بعض صورتوں میں واجب اور بعض میں مندوب ہے، اور دُوسری چیز کبر کا شعبہ ہے، جو حرام ہے، ان دونوں کے درمیان امتیاز کرنا محقق کا کام ہے۔

کسی گناہگار کو نصیحت کرنے میں جذبۂ خیرخواہی کارفرما ہوتا ہے، اور نصیحت کرنے والا خیرخواہی و دل سوزی سے یہ چاہتا ہے کہ اس کا بھائی اس گناہ کے وبال سے بچ جائے، نصیحت کرتے ہوئے نہ تو اس کے دل میں اس گناہگار کی حقارت ہوتی ہے، اور نہ یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ میں اس سے افضل ہوں۔

اس کے برعکس عار دلانے والے کا مقصود گناہگار کو اس کے گناہ سے بچانا نہیں ہوتا، بلکہ اسے شرمندہ کرنا اور اس کی تحقیر و تذلیل مقصود ہوتی ہے، اور عار دلانے والا گویا اپنے آپ کو اس سے بہتر سمجھتا ہے، اس لئے یہ فعل جس کا منشا کبر ہے، مسلمان بھائی کی تحقیر و تذلیل کے ساتھ ساتھ اپنی برتری کے اظہار کو متضمن ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک گناہ سے تائب ہوچکا ہے، لیکن عار دلانے والا اس کو شرمندہ اور ذلیل کرنے کے لئے اس کے پُرانے گناہ کا حوالہ دیتا ہے، جیسا کہ عورتیں آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے ایک دُوسرے کے عیوب اور غلطیوں کا بھی تذکرہ کیا کرتی ہیں، جن کی صفائی ہوچکی ہے، عار دلانے کی یہ صورت سب سے بدتر ہے، حق تعالیٰ اس گناہ سے محفوظ رکھیں۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفی

مسلم معاشرہ کی تباہی اور اس کا سدباب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

آج مسلم معاشرہ میں فسق وفجور کے طوفانی جھکڑ چل رہے ہیں، عریانی وفحاشی کا سیلاب اُمڈ آیا ہے، حیاسوز اور ایمان کش مناظر کی وبا ہر سُو پھیل چکی ہے، جو ہر امیر، غریب، شہری، دیہاتی، چھوٹے، بڑے، خواندہ، ناخواندہ اور کچے پکے گھر کے آدمی کو اپنی لپیٹ میں لینے، اسے جڑ و بن سے اکھاڑنے اور بے حیا و بے ایمان بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے باغی، سرکش اور نافرمان شیطان لعین کی معین ومددگار بن رہی ہے۔

شراب نوشی، قتل ناحق، والدین کی بغاوت ونافرمانی، رشوت، غصب، لوٹ مار، یتیم کا مال کھانا، صاحب حق کو اس کا حق نہ دینا، فضول خرچی، بے جا خرچ، بخل، حرص، طمع، لالچ جیسے کبیرہ گناہ اور قبیح حرکات کھلے عام، بڑی دیدہ دلیری اور بڑی ہوشیاری سے کی جارہی ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ معاشرہ سے ان گناہوں اور برائیوں کے برائی ہونے کا احساس اور شعور آخری ہچکیاں لے کر دم توڑ رہا ہے۔

بے پردگی، عورتوں کے نیم عریاں لباس، اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم، شادیوں وغیرہ کی مخلوط تقریبات، دفتروں اور اداروں میں بے محابا اختلاط اور اجتماع کو آج کوئی آدمی برائی نہیں سمجھتا اور نہ ہی ان منکرات اور فواحش پر خاطر خواہ کوئی روک ٹوک کرنے والا نظر آتا ہے۔

پہلے ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر اور سینما سے ناچ گانے، ڈرامے اور فلمی مناظر سنے اور دیکھے جاتے تھے، جس گھر میں یہ چیزیں ہوتیں یا جو آدمی ان کا دلدادہ ہوتا، اسے بڑا معیوب اور حیا سے دور سمجھا جاتا تھا، لیکن آج موبائل فون اور انٹرنیٹ نے وہ دینی، اخلاقی، روحانی، جسمانی اور معاشرتی تباہ کاری اور تباہ حالی مچا رکھی ہے کہ الامان والحفیظ لڑکے، لڑکیاں اور ناپختہ عقل لوگ ان چیزوں کے دلدادہ نظر آتے ہیں۔ موبائل فون پر گانے، عریاں فلمیں اور جنسی ہیجان برپا کرنے والے مناظر ڈاؤن لوڈ کراکر خود دیکھتے اور دوسروں کو دکھاتے ہیں۔ ایک ایک لڑکے اور لڑکی کے پاس بیک وقت موبائل فون کی کئی کئی سمیں موجود رہتی ہیں۔ رات ہو یا دن وہ اکثر موبائل فون پر غیر ضروری باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔ اس سے نوجوان نسل کا آوارہ ہونا، ان کے روغن حیات کا تباہ ہونا اور بچیوں کا گھروں سے بھاگ جانا جیسے واقعات آئے دن ہمارے معاشرہ میں رونما ہو رہے ہیں۔ اسی موبائل فون ہی کا شاخسانہ ہے کہ آج اغوا، زنا، ڈکیتی اور قتل جیسے گھناؤنی اور سنگین وارداتوں کی کثرت اور بہتات ہے۔

اسی طرح انٹرنیٹ دین وایمان، شرم وحیا اور اسلامی اخلاق واقدار کو مٹانے اور انہیں تباہ و برباد کرنے کا دین اور اسلام دشمنوں کے لئے ایک مضبوط اور موثر ہتھیار ثابت ہو رہا ہے۔ عریانی وفحاشی کے علاوہ ہر بے دین اور ملحد پوری دنیا میں اپنی الحاد وزندقہ پر مبنی تبلیغ اور ارتدادی اسکیم اسی انٹرنیٹ کے ذریعے پھیلا رہا ہے، جس سے ناپختہ علم اور ناپختہ عقل نوجوان نسل دین وایمان سے متعلق شکوک وشبہات میں مبتلا ہوتی اور ان مرتدین وملحدین کے ہتھے چڑھتی نظر آتی ہے۔

آج یہ فسق وفجور، عریانی وفحاشی، موبائل فون اور انٹرنیٹ پر دکھائے جانے والے حیاسوز اور ایمان کش مناظر کھلے عام ہر جگہ اور ہر سوسائٹی میں نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قانون یہ ہے کہ جیسا جرم ہوتا ہے ویسی سزا دی جاتی ہے۔ جرم خفیہ ہو تو اس کی سزا بھی خفیہ، جرم علانیہ ہو تو اس کی سزا بھی علانیہ، جرم انفرادی

ہوتو سزا بھی انفرادی، جرم اجتماعی ہوتو اس کی سزا بھی اجتماعی رنگ میں دی جاتی ہے۔آج جو سزا پورے معاشرے کو مل رہی ہے یہ سب ہمارے ان اجتماعی گناہوں اور برائیوں کی وجہ سے مل رہی ہے، جب اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین اور حدود کو پامال اور ان کی مخالفت کھلے عام کی جانے لگی، علم، علماء، دین، اسلامی شعار اور اسلامی اقدار کو طعن وتشنیع اور تضحیک وتذلیل کا نشانہ بنایا جانے لگے، اور جب شر کے شرارے چاروں طرف پھیل جائیں اور کوئی ان کی موثر روک تھام کرنے والا نہ ہو تو خدائی قانون حرکت میں آتا ہے اور پھر مجرموں کے ساتھ نیک لوگوں کو بھی آفات اور بلیات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔جیسا قرآن کریم میں ہے:

"وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ." (الانفال:۲۵)

ترجمہ:"اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہیں پڑے گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔"

تفسیر عثمانی میں اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ:"یعنی فرض کیجئے ایک قوم کے اکثر افراد نے ظلم وعصیان کا وتیرہ اختیار کرلیا، کچھ لوگ جو اس سے علیحدہ رہے انہوں نے مداہنت برتی، نہ نصیحت کی نہ اظہار نفرت کیا تو یہ فتنہ ہے جس کی لپیٹ میں وہ ظالم اور یہ خاموش مداہن سب آجائیں گے، جب عذاب آئے گا تو حسب مراتب سب اس میں شامل ہوں گے کوئی نہ بچے گا۔"

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ:کیا ہم ایسی حالت میں ہلاک کردیے جائیں گے جب کہ ہم میں نیک لوگ موجود ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"نعم اذا اکثر الخبیث"....جی ہاں!جب کہ برائی اور خباثت کی کثرت ہوجائے....

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ا:... "والذی نفسی بیدہ لتامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذاباً من عندہ ثم لتدعنہ ولا یستجاب لکم." (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ:۴۳۶)

ترجمہ:"اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یا تو تمہیں بھلائی کا حکم کرنا ہوگا اور برائی سے باز رکھنا ہوگا، ورنہ بہت جلد اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کردیں گے، پھر تم دعائیں کروگے تو تمہاری دعائیں بھی نہیں سنی جائیں گی۔"

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ:

"ان الناس اذا رأو منکراً فلم یغیروہ یوشک ان یعمہم اللہ بعقابہ." (رواہ ابن ماجہ والترمذی، مشکوٰۃ:۴۳۶)

ترجمہ:"لوگ جب برائی کو پھیلتا ہوا دیکھیں اور قدرت کے باوجود اسے بدلنے اور مٹانے کی کوشش نہ کریں تو بہت جلد اللہ تعالیٰ ان کو عذاب عام کی لپیٹ میں لے لیں گے۔"

اس دردِ دل اور ان تمام گزارشات کا مدعا یہ ہے کہ ہر آدمی چاہے وہ باپ ہو یا ماں، بھائی ہو یا بہن، عالم ہو یا غیر عالم، خاندان کا سربراہ ہو یا فرد، افسر ہو یا ماتحت، میڈیا سے تعلق رکھتا ہو یا کسی بھی ادارے سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اپنی طاقت اور ہمت ووسعت کے مطابق ان گناہوں، خباثتوں اور برائیوں کے سامنے بند باندھے اور ان کو روکنے کی کوشش کرے۔اس لئے کہ جب پورے محلے اور بستی میں آگ پھیل جائے تو اس کا بجھانا ہر اس شخص پر لازم ہوجاتا ہے، جس میں ذرا بھی اس کی اہلیت، صلاحیت اور ہمت ہو۔

آج اسلامی معاشرہ مرتدین، ملحدین، بددین، دین دشمنوں، فسق وفجور اور عریانی وفحاشی کے پھیلانے والوں کے نرغے میں ہے۔ان سب کی مشترکہ کوشش ہے کہ مسلمانوں کو ان کے عقائد، ان کے اخلاق، ان کے اعمال، اسلامی تہذیب، اقدار، اسلامی تعلیمات اور اسلامی معاشرت سے دور کردیا جائے اور مغربی انداز پر مادر پدر آزاد معاشرہ تشکیل دیا جائے۔ہماری غفلت اور روایتی سستی کی بنا پر اگر وہ اپنی اسکیم میں کامیاب ہوگئے تو یاد رکھئے کہ جس طرح ہم اپنے خالق کے مجرم ہوں گے، اسی طرح اپنی اولاد اور معاشرہ کے بھی مجرم شمار ہوں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

ووٹ کی شرعی حیثیت!

مولانا قاضی محمد نسیم، کلاچی

ووٹ امانت ہے اور اس کا صحیح استعمال اسلامی فریضہ ہے۔ اس اسلامی ذمہ داری کو مفاد پرستی، سڑکوں، گلی کوچوں، کھمبوں، ٹرانسفارمروں اور آلو پیاز کی بھینٹ نہ چڑھایا جائے۔ ملک پاکستان میں حالات دن بدن بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ انتخابات میں ووٹ استعمال کرتے وقت اس کو خالص دنیاوی معاملہ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ ووٹ امانت ہے اور اس کا صحیح استعمال دینی فریضہ ہے۔ اگر اہل وطن اس دینی امانت اور اسلامی فریضہ کی ادائیگی میں ہمیشہ کی طرح سستی اور کاہلی برتتے رہے تو نہ ملک کا کوئی طبقہ محفوظ رہے گا اور نہ ہی کوئی مقام۔ اگر ووٹ کا استعمال اسلامی فریضہ کی بجائے اپنے ذاتی مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جاتا رہا تو خدانہ کرے یہ ملک ہی باقی نہ رہے گا۔ اہل وطن کی یہ روش جو ملک میں چل پڑی ہے، اگر یکسر تبدیل نہیں کی جائے گی تو ملک سے بدامنی، غربت و افلاس، بے روزگاری کا خاتمہ ناممکن ہوگا۔ جس طرح الیکشن کمیشن کی ذمہ داری ہے کہ وہ انتخابات کو صاف شفاف رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے تو ساتھ ساتھ امیدواروں کے صاف شفاف ہونے کی ذمہ داری کا احساس بھی پوری تندہی سے ادا کرے۔

الیکشن کمیشن سے زیادہ ذمہ داری عوام ووٹروں کی ہے کہ وہ ووٹ کو امانت اور اسلامی ذمہ داری کے طور پر استعمال کریں۔ اکثر و بیشتر کئی دہائیوں سے دیکھا جارہا ہے کہ انتخابات کے شروع ہوتے ہی غریب عوام جو مہنگائی، غربت، بے روزگاری کی ماری ہوئی ہے، اور مفاد پرست اشخاص اس وقت کو غنیمت سمجھتے ہوئے لیڈروں، پارٹیوں اور ان کے دلالوں سے کچھ وصول کرنے کے لئے دوڑیں لگانے لگ جاتے ہیں۔ نوکریوں کے حصول اور آلو پیاز کی فکر میں بے حسی، مفاد پرستی اور ضمیر کی کمزوری بلکہ ضمیر فروشی کا ثبوت دیتے ہوئے اور ملک کی بقاء کو داؤ پر لگاتے ہوئے اپنی عزت نفس اور اپنے بڑوں کے ناموس کو پس پشت ڈال کر یہ سوداگر چھوٹے بڑے بیوپاریوں کے دروازے کھٹکھٹانے لگ جاتے ہیں۔ الیکشن کی اصل روح اور اصل مقصد کسی کے پیش نظر نہیں ہوتا۔ ہر ایک امیدوار اور ووٹروں نے بھی اپنے مفاد کو سب کچھ سمجھا ہوتا ہے، ووٹ استعمال کرنے کا مقصد ایسے باکردار لوگوں کو منتخب کرنا ہوتا ہے جو ملک کے خیر خواہ ہوں، ملکی مفاد، ملک کی بقاء اور استحکام کا درد رکھنے والے ہوں اور نفاذ شریعت ان کی اولین ترجیح ہو، نہ کہ ایسے آدمی کو منتخب کریں کہ جن کا نظریہ اور مشن صرف اور صرف اپنی تجوریاں بھرنا ہو، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ امیدوار خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا باغی اور منکر بھی نہ ہو۔

> جس طرح قرآن وسنت کی رو سے یہ واضح ہوا کہ نااہل، ظالم، فاسق اور غلط آدمی کو ووٹ دینا گناہ عظیم ہے، اسی طرح ایک اچھے، نیک اور قابل آدمی کو ووٹ دینا ثواب عظیم ہے، بلکہ ایک فریضہ شرعی ہے

ووٹ کا استعمال:

ہم سنی مسلمان اپنا ووٹ اس امیدوار کے حق میں استعمال کریں گے جو صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو، نشہ آور اشیاء کا عادی نہ ہو، جواری اور سود خور نہ ہو، وطن پاکستان کو جسے لاکھوں مسلمانوں نے جان، مال اور عزتوں کی قربانی دے کر اسلامی نظامِ حکومت، نظامِ معیشت، نظامِ عدالت کے لئے حاصل کیا تھا، اس کی مقننہ اور بااختیار اسمبلی میں غیر مسلم شریک نہ کیا جائے، بالکل اسی طرح جس طرح کہ روسی نظام کا قائل امریکہ کی ریاستوں میں شامل نہیں کیا جاتا اور اسی طرح امریکی نظام کو ماننے والا روسی حکومت میں برداشت اور شامل نہیں کیا جاتا۔ اگر ان شرطوں کا کوئی امیدوار نہ ملے تو اس سے بہتر ہے کہ پھر ووٹ استعمال ہی نہ کیا جائے۔

ووٹ ایک شرعی شہادت:

ووٹ نمائندہ کے حق میں شہادت ہے۔ اور ہر ایک سالہ شہادت کا اہل نہیں ہوتا، شہادت کے لئے صرف بالغ ہونا کافی نہیں، بلکہ جھوٹ کا عادی نہ ہونا بھی ضروری ہے یا خوفِ خدا کی وجہ سے جس کی علامت کم از کم صوم وصلوٰۃ کی پابندی ہے، جیسے سطور بالا میں عرض کیا گیا۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے معارف القرآن جلد دوم آیت ”أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا“ کے متعلق لکھا ہے: آیت کا نزول اگرچہ ایک خاص واقعہ میں ہے، لیکن حکم عام جس کی پابندی پوری امت کے لئے ضروری ہے۔

"إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا" یعنی اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مستحقین کو پہنچایا کرو (اسی طرح ووٹ بھی ایک شہادت اور امانت ہے) جس کے ہاتھ میں کوئی امانت ہے، اس پر لازم ہے کہ یہ امانت اس کے اہل و مستحق کو پہنچادے۔ حکومت کے مناصب (عہدے) جتنے بھی ہیں، وہ سب اللہ کی امانتیں ہیں، جس کے امین وہ حکام اور افسر ہیں جن کے ہاتھ عزل ونصب کے اختیارات ہیں، ان کے لئے جائز نہیں کہ کوئی عہدہ کسی ایسے شخص کے سپرد کردیں جو اپنی عملی یا علمی قابلیت کے اعتبار سے اس کا اہل نہیں ہے، بلکہ ان پر لازم ہے کہ ہر کام اور ہر عہدہ کیلئے اپنے دائرۂ حکومت میں اس کے مستحق کو تلاش کریں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے: جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کردی گئی جو اس کے اہل نہیں تو (اب فساد کا کوئی علاج نہیں) قیامت کا انتظار کرو۔ اب ہر شخص یہ سوچ سمجھ کر ووٹ استعمال کرے کہ آیا میرا ووٹ ایسے شخص کے حق میں تو نہیں جارہا جس کا قرآن وحدیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ آج جو پوری دنیا خصوصاً اسلامی ملک پاکستان میں جو فساد، بدامنی، دہشت گردی اور تخریب کاری کی آگ سلگ رہی ہے، یہ ہمارے غلط انتخاب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے لفظ "امانات" صیغۂ جمع لاکر اس کی طرف اشارہ کردیا کہ امانت صرف اسی کا نام نہیں کہ ایک شخص کا مال کسی دوسرے شخص کے پاس بطور امانت رکھا ہو، بلکہ امانت کی بہت سی اقسام ہیں، جن میں حکومتی عہدے بھی داخل ہیں۔ انتخابات میں ووٹ، ووٹر اور امیدوار کی شرعی حیثیت "مفتی محمد شفیع صاحب" کے رسالے سے ضروری سمجھ کر تحریر کرتا ہوں۔

امیدواری:

کسی مجلس کی ممبری کے انتخابات کیلئے جو امیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو، وہ گویا پوری ملت کے سامنے دو چیزوں کا مدعی ہے: ایک یہ کہ وہ اس کام کی قابلیت رکھتا ہے، جس کا وہ امیدوار ہے، دوسرے یہ کہ وہ دیانت داری سے اس کام کو انجام دے گا۔

اب اگر واقع میں وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے، یعنی قابلیت رکھتا ہے اور امانت ودیانت کے ساتھ قوم کی خدمت کے جذبے سے اس میدان میں آیا تو اس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے اور بہتر طریق اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود مدعی بن کر کھڑا نہ ہو، بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو اس کام کا اہل سمجھ کر نامزد کردے اور جس شخص میں اس کام کی صلاحیت ہی نہیں، وہ اگر امیدوار ہوکر کھڑا ہوتو قوم کا غدار اور خائن ہے، اس کا ممبری میں کامیاب ہونا ملک وملت کیلئے خرابی کا سبب تو بعد میں بنے گا، پہلے تو وہ خود غدار اور خیانت کا مجرم ہوکر عذاب جہنم کا مستحق بن جائے گا۔

اب ہر وہ شخص جو کسی مجلس کی ممبری کیلئے کھڑا ہوتا ہے، اگر اس کو کچھ آخرت کی بھی فکر ہے تو اس میدان میں آنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لے لے، اور یہ سمجھ لے کہ اس ممبری سے پہلے تو اس کی ذمہ داری صرف اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال تک محدود تھی، کیونکہ بنص حدیث ہر شخص اپنے اہل وعیال کا بھی ذمہ دار ہے اور اب کسی مجلس کی ممبری کے بعد جتنی خلق خدا کا تعلق اس مجلس سے وابستہ ہے، ان سب کی ذمہ داری کا بوجھ اس کی گردن پر آتا ہے اور وہ دنیا وآخرت میں اس ذمہ داری کا مسئول اور جوابدہ ہے۔

انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے، جس کا چھپانا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام اور اس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام، اس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے

ووٹ اور ووٹر:

کسی امیدوار ممبری کو ووٹ دینے کی از روئے قرآن وحدیث چند حیثیتیں ہیں: ایک حیثیت شہادت کی ہے کہ ووٹر جس شخص کو اپنا ووٹ دے رہا ہے، اس کے متعلق اس کی شہادت دے رہا ہے کہ یہ شخص اس کام کی قابلیت بھی رکھتا ہے اور دیانت اور امانت بھی۔ اور اگر واقع میں اس شخص کے اندر یہ صفات نہیں ہیں اور ووٹر یہ جانتے ہوئے اس کو ووٹ دیتا ہے تو وہ ایک جھوٹی شہادت ہے، جو سخت کبیرہ گناہ اور وبال دنیا و آخرت ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کاذبہ کو شرک کے ساتھ کبائر میں شمار فرمایا ہے۔

جس حلقے میں چند امیدوار کھڑے ہوں اور ووٹر کو یہ معلوم ہے کہ قابلیت اور دیانت کے اعتبار سے فلاں آدمی قابل ترجیح ہے تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ووٹ دینا اس اکبر کبائر میں اپنے آپ کو مبتلا کرتا ہے۔ اب ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے، محض رسمی مروت یا کسی طمع وخوف کی وجہ سے اپنے آپ کو اس وبال میں مبتلا نہ کرے۔

دوسری حیثیت ووٹ کی شفاعت یعنی سفارش کی ہے کہ ووٹر اس کی نمائندگی کی سفارش کرتا ہے۔ اس سفارش کے بارے میں قرآن کریم کا یہ ارشاد ہر ووٹر کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے:

"مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا" (النساء:۸۵)

ترجمہ: "جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے تو اس میں اس کو بھی حصہ ملتا ہے اور بری سفارش کرتا ہے تو اس کی برائی میں اس کا بھی حصہ لگتا ہے۔"

اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل اور دیانت دار

آدمی کی سفارش کرے جو خلق خدا کے حقوق صحیح طور پر ادا کرے اور بری سفارش یہ ہے کہ نا اہل، نالائق، فاسق اور ظالم کی سفارش کرکے اس کو خلق خدا پر مسلط کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہونے والا امیدوار اپنے پانچ سالہ دور میں جو نیک یا بد عمل کرے گا، ہم اس کے شریک سمجھے جائیں گے۔

ووٹر کی ایک تیسری حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنا نمائندہ اور وکیل بناتا ہے، لیکن اگر یہ وکالت اس کے کسی شخصی (ذاتی) حق کے متعلق ہوتی اور اس کا نفع نقصان صرف اس کی ذات کو پہنچتا اور اس کا یہ خود ذمہ دار ہوتا، تو پھر بھی معاملہ ہلکا تھا، مگر یہاں ایسا نہیں، کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے، جس میں اس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے، اس لئے اگر کسی نا اہل کو اپنی نمائندگی کے لئے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پر رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا ووٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے: ۱:...... ایک شہادت۔ ۲:...... دوسرے سفارش۔ ۳:...... تیسرے حقوق مشترکہ میں وکالت۔ تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک، صالح، قابل آدمی کو ووٹ دینا موجب ثواب عظیم ہے اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں، اسی طرح نا اہل یا غیر متدین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے اور بری سفارش بھی اور ناجائز وکالت بھی اور اس کے تباہ کن ثمرات بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

ضروری تنبیہ!

جس طرح قرآن وسنت کی رو سے یہ واضح ہوا کہ نا اہل، ظالم، فاسق اور غلط آدمی کو ووٹ دینا گناہ عظیم ہے، اسی طرح ایک اچھے، نیک اور قابل آدمی کو ووٹ دینا ثواب عظیم ہے، بلکہ ایک فریضۂ شرعی ہے۔ قرآن کریم نے جیسے جھوٹی شہادت کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح سچی شہادت کو واجب ولازم بھی فرمایا ہے۔

آج جو خرابیاں انتخابات میں پیش آرہی ہیں، ان کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نیک، صالح حضرات عموماً ووٹ دینے ہی سے گریز کرنے لگے، جس کا لازمی نتیجہ وہ ہوا جو مشاہدہ میں آرہا ہے کہ ووٹ عموماً ان لوگوں کے آتے ہیں جو چند ٹکوں میں خرید لئے جاتے ہیں اور ان لوگوں کے ووٹوں سے جو نمائندے پوری قوم پر مسلط ہوتے ہیں، وہ ظاہر ہے کہ کس قماش اور کس کردار کے لوگ ہوں گے! اس لئے جس حلقہ میں کوئی بھی امیدوار قابل اور نیک معلوم ہو، اُسے ووٹ دینے سے گریز کرنا بھی شرعاً حرام اور پوری قوم وملت پر ظلم کے مترادف ہے۔

> **حکومت کے مناصب (عہدے) جتنے بھی ہیں، وہ سب اللہ کی امانتیں ہیں، جس کے امین وہ حکام اور افسر ہیں جن کے ہاتھ عزل ونصب کے اختیارات ہیں**

اور اگر کسی حلقہ میں کوئی بھی امیدوار صحیح معنی میں قابل اور دیانتدار نہ ہو، مگر ان میں سے کوئی ایک صلاحیت کار اور خدا ترسی کے اصول پر دوسروں کی نسبت غنیمت ہو تو تقلیل شر اور تقلیل ظلم کی نیت سے اس کو بھی ووٹ دے دینا جائز، بلکہ مستحسن ہے۔ مختصر یہ کہ انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے، جس کا چھپانا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام اور اس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام، اس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔

آپ جس امیدوار کو ووٹ دیتے ہیں، شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریے اور علم وعمل اور دیانتداری کی رو سے اس کام کا اہل اور دوسرے امیدواروں سے بہتر ہے۔ جس مقصد کے لئے یہ انتخابات ہو رہے ہیں، اس کی حقیقت کو سامنے رکھیں اور اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

۱:...... آپ کے ووٹ اور شہادت کے ذریعے جو نمائندہ کسی اسمبلی میں پہنچے گا، وہ اس سلسلہ میں جتنے اچھے یا بُرے اقدامات کرے گا، اُن کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوگی، آپ بھی اُس کے ثواب یا عذاب میں برابر شریک ہوں گے۔

۲:...... اس معاملہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے، ثواب بھی محدود، عذاب بھی محدود، لیکن قومی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے۔

۳:...... سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے، اس لئے کسی حلقۂ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل اور دیانت دار نمائندہ کھڑا ہے تو اس کو ووٹ دینے میں کوتاہی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۴:...... جو امیدوار نظریۂ اسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے، اس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے، جو گناہ کبیرہ ہے۔

۵:...... ووٹ کو پیسوں کے معاوضے میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے۔ دوسروں کی دُنیا سنوارنے کے لئے اپنا دین قربان کر دینا کتنے ہی مال ودولت کے بدلے میں ہو، کوئی دانشمندی نہیں ہوسکتی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ”وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنا دین کھو بیٹھے۔“

☆☆..................☆☆

اسلامی معاشرہ میں

جدت پسندی اور اس کی حدود!

گزشتہ سے پیوستہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

مغرب کے اہل فکر آج اسی عبرتناک بے بسی سے دو چار ہیں۔ ''ہم جنس پرستی'' کا جو قانون چند سال پہلے برطانوی پارلیمنٹ نے منظور کیا ہے، برطانیہ کے مفکرین کی ایک بڑی تعداد اسے اچھا نہیں سمجھتی تھی، لیکن اسے تسلیم کرنے پر اس لئے مجبور تھی کہ خالص عقلی ''جدت پسندی'' کے مذہب میں جس برائی کا چلن عام ہوتا جائے اسے قانونی جواز عطا کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ ولفینڈن کمیٹی جو اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے بیٹھی تھی، اس کے یہ الفاظ کتنے عبرت خیز ہیں کہ:

"Unless a deliberate attempt is made by society acting through the agency of the law to equate his fear of crime with that of sim there must remain a realm of private movality & immorality which, in brief and crude terms, not the law;s business"

(Leagal)

یعنی: ''جب تک قانون کے زیر اثر چلنے والی سوسائٹی کی طرف سے اس بات کی سوچی سمجھی کوشش نہیں کی جاتی کہ جرم کا خوف گناہ کے خوف کے برابر ہوجائے، اس وقت تک پرائیویٹ اخلاق اور بداخلاق کے تصور کی حکمرانی برقرار رہے گی، جو مختصر کھرے لفظوں میں، قانون کے دائرہ کار سے باہر ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ اگر ''اچھے بُرے'' کا تمام تر فیصلہ ''خالص عقل'' کے حوالہ کیا جائے تو انسان کے پاس کوئی ایسا معیار باقی ہی نہیں رہتا، جس کی بنیاد پر وہ کسی نئے رواج کو روک سکے، بلکہ ہر قیمتی سے قیمتی اخلاقی قدر بھی ''جدت پسندی'' کے سیلاب میں بہہ جاتی ہے۔

آج مفکرین قانون کو اس بات پر سخت تشویش ہے کہ ''جدت پسندی'' کی عام روش کی موجودگی میں وہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے کم از کم کچھ اعلیٰ انسانی اوصاف محفوظ اور ناقابل تغیر رہ سکیں۔ چنانچہ ایک امریکی جج جسٹس کارڈوزو (Carduzo) لکھتے ہیں:

''آج قانون کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ ایک ایسا فلسفۂ قانون مرتب کیا جائے جو ثبات اور تغیر کے متضاد اور متحارب تقاضوں کے درمیان کوئی موافقت پیدا کر سکے۔''

(The Growth of the Law)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کام کسی عقلی فلسفے کے بس کا نہیں ہے، یہ ساری خرابی پیدا ہی یہاں سے ہوئی ہے کہ وحی الٰہی کا کام عقل کے سر ڈال کر اس پر وہ بوجھ لاد دیا گیا ہے جس کی وہ متحمل نہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی قانون کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ دائمی اور ناقابل تغیر ہے کسی دلیل ہی کی بنیاد پر ہوسکتا ہے، اور انسانی عقل ایسی کوئی دلیل پیش کرنے سے عاجز ہے۔ آج کچھ لوگ ایک قانون کو اپنی عقل کی بنیاد پر ناقابل تغیر قرار دیں گے، کل دوسرے لوگوں کو اندازہ ہوگا کہ وہ دائمی قانون بننے کے لائق نہ تھا، چنانچہ وہ پھر اس کے قابل تغیر ہونے کا اعلان کردیں گے۔ لہٰذا اس مسئلے کا اگر کوئی حل ہے تو وہ سوائے اس کے نہیں کہ انسان اپنی عقل کو نفسانی خواہشات کا غلام بنانے کے بجائے اس ذات کا غلام بنائے جس نے اسے اور پوری کائنات کو پیدا کیا ہے، وہ چونکہ دنیا میں واقع ہونے والے تمام تغیرات سے پوری طرح باخبر ہے، اس لئے یہ بات اس کے سوا کوئی نہیں بتا سکتا کہ قانون کے کون سے اصول ناقابل تغیر ہیں۔ اصول قانون کے مشہور مصنف جارج پیٹن نے بالکل سچی بات لکھی ہے کہ:

"What interests should the ideal legal system protect? This is a question of values, in which legal philossophy plays its part.... But, however much we desire the help of philosophy, it is difficult to obtain. No agreed scale of values has ever been reached: indeed,it is only in religion that we can find a basis, and the truths of religion must be

accepted by faith or intuition & not purely as the result of logical argument."

(Paton: Jurisprudence P:121)

یعنی: ''ایک مثالی قانونی معاشرے کو کن مفادات کا تحفظ کرنا چاہئے؟ یہ ایک اقدار کا سوال ہے، جس میں فلسفۂ قانون اپنا کردار ادا کرتا ہے... لیکن اسی معاملے میں ہم فلسفے سے جتنی جتنی مدد مانگتے ہیں، اتنا ہی اس سے اس سوال کا جواب ملنا مشکل ہے، کیونکہ اقدار کا کوئی متفقہ پیمانہ اب تک دریافت نہیں ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ صرف مذہب ایسی چیز ہے، جس میں ہمیں ایک بنیاد ملتی ہے، اور مذہب کے حقائق کو بھی عقیدے کے ذریعے قبول کرنا چاہئے، نہ کہ خالص منطقی استدلال کے نتیجے کے طور پر۔''

خلاصہ یہ کہ زمانے کی جدتوں میں اچھے بُرے کا فیصلہ کرنے کے لئے سیکولر عقل قطعی ناکام ہوچکی ہے، لہٰذا اس مسئلے کے حل کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے قانون سے رہنمائی حاصل کرے، انسانیت کی نجات کی اس کے سوا کوئی سبیل نہیں، قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

'' أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْا أَهْوَاءَهُمْ۔'' (محمد:۱۴)

ترجمہ: ''تو جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں کیا وہ ان لوگوں کی طرح ہوسکتے ہیں، جن کی بدعملی ان کو بھی معلوم ہوتی ہو اور جو اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہوں۔''

لہٰذا مسئلہ کا واحد حل یہی ہے کہ زمانے کے ہر نئے طور طریق اور ہر نئے رسم ورواج کو اس کی ظاہری چمک دمک کی بنیاد پر نہیں، بلکہ اس بنیاد پر جانچا جائے کہ وہ ''پروردگار کے راستے'' کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کے بارے میں اللہ اور اس کی شریعت کا کوئی حکم آجائے تو اسے بے چوں و چرا تسلیم کیا جائے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''کسی مومن مرد یا عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کردے تو پھر اس معاملے میں اس کو اختیار باقی ہے۔'' (احزاب)

اور

ترجمہ: ''پس اے نبی! نہیں، آپ کے پروردگار کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپ کو اپنے باہمی نزاعات میں فیصل نہ بنائیں، پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں، اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، اور اسے پوری طرح تسلیم کرلیں۔''

اللہ تعالیٰ نے جو احکام اپنی کتاب یا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عطا فرمائے ہیں وہ انہی مسائل سے متعلق ہیں کہ اگر ان کو عقل خالص کے حوالے کیا جاتا تو وہ انسان کو گمراہی کی طرف لے جاسکتی تھی، اور چونکہ اللہ تعالیٰ ماضی و مستقبل کے تمام حالات سے باخبر ہے، اس لئے صرف اسی کے احکام، ہر دور میں واجب العمل ہوسکتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:

ترجمہ: ''اللہ تمہارے لئے کھول کھول کر یہ باتیں اس لئے بیان کرتا ہے کہ کہیں تم گمراہ نہ ہوجاؤ اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔'' (نسا)

یہیں سے ''جدت پسندی'' کے بارے میں ایک اور بات واضح ہوجاتی ہے، اور وہ یہ کہ وحی الٰہی اور احکام شریعت کی ضرورت چونکہ اسی لئے پڑی ہے کہ نری عقل کے ذریعہ ان معاملات میں ہدایت تک پہنچنا مشکل تھا اس لئے ہدایت کے لئے احکام الٰہی کا جوں کا توں اتباع ضروری ہے اور یہ طرز عمل درست نہیں کہ زمانے کے کسی چلن کو پہلے اپنی عقل سے صحیح اور بہتر قرار دے لیا جائے اور اس کے بعد قرآن وسنت کو اپنے اس عقلی فیصلے پر فٹ کرنے کے لئے ان میں کھینچ تان اور دور دراز کی تاویلات کا طریقہ اختیار کیا جائے، کیونکہ یہ طرز عمل احکام الٰہی کا اتباع نہیں کہلاسکتا، یہ اتباع کے بجائے ترمیم وتغیر ہے، جس کا کسی انسان کو اختیار نہیں، کیونکہ اس سے احکام الٰہی کا مقصد نزول ہی تلپٹ ہوکر رہ جاتا ہے۔ اتباع یہ ہے کہ انسان ہر حال میں احکام الٰہی کو کامل اور مکمل یقین کرکے کسی ترمیم کے بغیر انہیں قبول کرلے اور اگر یہ روئے زمین کے تمام لوگ مل کر بھی چاہیں تو اسے احکام الٰہی سے اعراض پر آمادہ نہ کرسکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔'' (الانعام:۱۱۵تا۱۱۷)

ترجمہ: ''اور آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے لحاظ سے مکمل ہے، کوئی اس کے کلام کو بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے، اور اگر آپ دنیا کے اکثر لوگوں کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کے راستہ سے بھٹکادیں گے، وہ تو محض گمان کا اتباع کرتے ہیں، اور بالکل اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں، بلاشبہ آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے، ان کو بھی جو اس کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں اور وہ خوب جانتا ہے ان کو بھی جو ہدایت یافتہ ہیں۔''

''قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْ

أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ'' (یونس:۱۵)

ترجمہ: ''جو لوگ ہم سے ملاقات (یعنی آخرت) کا یقین نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن لے آؤ یا اسی کو کچھ بدل دو، آپ کہہ دیجئے کہ مجھے یہ حق نہیں کہ میں اس کو بدلوں میں تو صرف اس وحی کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔''

اس قسم کے اتباع میں بعض اوقات زمانے کی مخالفت بھی مول لینی پڑتی ہے اور اس کے وجہ سے مشکلات بھی پیش آسکتی ہیں، لیکن جو لوگ ان آزمائش کا مقابلہ کرتے ہیں، انہیں اللہ کی طرف سے دنیا اور آخرت دونوں میں ہدایت نصیب ہوتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ.'' (عنکبوت:۶۹)

ترجمہ: ''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔''

یہ طرز عمل درست نہیں کہ اگر کسی حکم الٰہی میں کوئی ظاہری فائدہ نظر آئے تو اسے قبول کرلیا جائے اور جہاں کچھ مشکلات اور آزمائشیں ہوں وہاں اعراض یا تاویل سازی کا طریقہ اختیار کیا جائے، اس طرز عمل میں قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق دنیا اور آخرت دونوں کا خسارہ ہے:

''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرُ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ.'' (حج:۱۱)

ترجمہ: ''اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کی بندگی کنارے، پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں، پس اگر ان کو کوئی دنیوی نفع پہنچ گیا تو اس کی وجہ سے مطمئن ہو جاتے ہیں، اور اگر کوئی آزمائش آگئی تو منہ پھیر کر چل دیتے ہیں، ایسے لوگ دنیا اور آخرت دونوں کا خسارہ اٹھاتے ہیں، یہی تو کھلا ہوا نقصان ہے۔''

غرض اسلامی نقطۂ نظر سے اچھی اور بری جدتوں کو پرکھنے کا معیار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت نے اس کے بارے میں کیا حکم فرمایا ہے؟ اگر وہ شریعت کے احکام کے مطابق ہے تو اسے قبول کیا جائے، اور اگر شریعت کے احکام کے خلاف ہے تو شریعت میں تاویل وتحریف کا طریقہ اختیار کرنے کے بجائے اسے چھوڑ دیا جائے خواہ وہ زمانے کے عام چلن کے خلاف ہو اور خواہ اس طرز عمل پر دوسرے لوگ کتنی ملامت اور کتنا استہزاء کرتے ہوں، ایک مسلمان کے پاس ان اوچھے اعتراضات کا جواب صرف یہ ہے کہ:

''اللہ یستھزی بھم ویمدھم فی طغیانھم یعمھون۔''

ترجمہ: ''اللہ ان کا استہزاء کرتا ہے اور انہیں ان کی سرکشی میں ڈھیل دیتا ہے، جس میں وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔''

ہاں یہ طرز عمل زندگی کے ان معاملات کے لئے ہے جنہیں قرآن وسنت نے فرض، واجب مسنون، مستحب یا حرام اور مکروہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہ احکام ہر دور میں ناقابل تغیر ہیں، البتہ جو چیزیں مباحات کے ذیل میں آتی ہیں ان میں انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ وقت اور زمانے کی مصلحتوں کے لحاظ سے انہیں اختیار یا ترک کرنے کا فیصلہ کرسکتا ہے اور دیکھا جائے تو زندگی کے ایسے مسائل تعداد میں بہت کم ہیں جن کے بارے میں نصوص شریعت نے فرض وواجب، مسنون ومستحب یا حرام ومکروہ ہونے کی صراحت کی ہے اور جو ناقابل تغیر ہیں، اس کے برعکس زندگی کی بیشتر چیزیں ''مباحات'' میں داخل ہیں اور ان کے ترک واختیار کے فیصلے ہر وقت بدلے جاسکتے ہیں۔

لہٰذا اسلام نے ''جدت پسندی'' کو جو میدان عطا کیا ہے وہ ایک وسیع میدان ہے جس میں وہ اپنی پوری جولانیاں دکھا سکتی ہے اور اس میں انسان اپنی عقل سے کام لے کر علم وانکشاف اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے بام عروج تک بھی پہنچ سکتا ہے اور ان معلومات کو انسانیت کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بھی بنا سکتا ہے۔

لہٰذا اس وقت عالم اسلام کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ ''جدت پسندی'' کی ان حدود کو پہچانے اور اسلام نے ''جدت پسندی'' کا جو وسیع دائرہ انسان کو دیا ہے، اسے چھوڑ کر اس مختصر دائرے میں دخل اندازی نہ کرے جس کے احکام شریعت نے خود مقرر کردیئے ہیں اور جو ناقابل تغیر ہیں، اس کے برعکس عالم اسلام کا موجودہ طرز عمل یہ ہے کہ جس دائرے میں اسے جدید طرز فکر اختیار کرنا تھا، وہاں تو اس کی تگ وتاز انتہائی سست اور محدود ہے، اس کے برعکس جو احکام الٰہی ناقابل تغیر تھے، مسلمانوں نے اپنی جدت پسندی کا رخ ان کی طرف کر رکھا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ عصر حاضر نے جو اچھائیاں انسانیت کو دی ہیں، ان سے تو ہم محروم ہیں اور جو برائیاں اس نے پیدا کی ہیں وہ سب تیز رفتاری سے ہمارے معاشرے میں سرایت کررہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم عصر حاضر میں اپنی ذمہ داریوں سے سلامت فکر کے ساتھ عہدہ برآ ہوسکیں۔ ☆☆☆

اسلامی مملکت میں

غیر مسلم شہری کے حقوق

مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

(۳)

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

غیر مسلم اپنے مخصوص معاملات میں آزاد ہوں گے:

یہی نہیں کہ ان کے جذبات، رسوم و رواج اور طریقہ عبادات کا ہر صورت سے لحاظ رکھا جائے گا بلکہ اسلام ایک قدم اور آگے بڑھا کر کہتا ہے کہ وہ ہمارے ان معاملات کے بھی پابند نہ ہوں گے جس کی ان کا مذہب اجازت نہ دیتا ہو:

”ذمی و غیر مسلم شہری، دیانات میں (اسلامی) حکومت کے پابند نہیں ہوں گے اور نہ ان معاملات میں حکومت (اسلامیہ) کے احکام کے پابند ہوں گے، جس میں ان کے مذہبی عقائد اسلامی عقائد سے مخالف ہوں۔“ (ہدایہ،ج:۳)

اپنے نجی، خاندانی، قومی، مذہبی معاملات میں وہ اسلامی حکومت کے پابند نہ ہوں گے جس سے ان کے مذہب میں مخالفت پائی جاتی ہو۔

یہاں ایک آئینی اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ وہ اس حکومت کے قوانین کی پابندی کس وقت کریں گے اور وہ کیا چیز ہے۔ جس سے یہ سمجھا جائے کہ وہ حکومت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان پر حکمرانی کے آثار ہیں، آج کل کی زبان میں اگر ان کا مذہب پرانی دقیانوسیت سکھاتا ہے تو تہذیب و تمدن کے نام پر ان کے مذہب کو ختم کردیا جائے۔ ان کے کلچر کو مٹادیا جائے اور اگر ضرورت پڑے تو طاقت کے زعم میں سیکولر اسٹیٹ کے نام پر ہی ان کو مذہبی فرائض کی ادائیگی سے باز رکھا جائے۔ ان کے قومی و خاندانی معاملات میں دخل ہو ان کے مذہبی احکام کو رد کردیا جائے۔ اسلام کہتا ہے کہ اسلام اصطلاح میں اس کا نام جبر و تشدد ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان غیر مسلموں نے ہماری حکومت تسلیم کرلی ہے۔ اس سے اسلامی حکومت کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔ ان حالات میں اسلام حکم دیتا ہے:

”(غیر مسلموں کی) حکومت سے تعاون کرنے کی پابندی (کا عہد) ان تمام باتوں میں ان سے اٹھا ہوا ہے۔“

جس مذہب کی قرارداد مقاصد ہی میں غیر مسلموں سے اس قسم کے معاملات کی پابندی اٹھائی گئی ہے تو آپ فرمایئے کہ اس حکومت پر مندرجہ بالا اشکال کیسے وارد ہوسکتا ہے؟

اور اس سے آگے اسلامی قوانین کی کتابوں میں علماء قانون نے اس فقرہ کی تشریح پر لکھا ہے:

”(اللہ اور رسول کی طرف سے) ہم مسلمانوں اور اسلامی حکومت کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان غیر مسلموں کو اور ان کے مذہبی معاملات کو آزاد چھوڑ دیں۔“

کوئی معاملہ بھی اگر ہمارے پاس آئے گا جس میں ان کے مذہب کا قانون، اسلام کے رسم و رواج اسلامی نظریات کے خلاف ہوں گے تو اس قوم کے پادری، سوامی، گیانی، پنڈت، پروہت کی رائے پر فیصلہ دیا جائے گا اور اگر وہ غیر مسلم قوم چاہے گی تو اس فیصلہ کو اسلامی حکومت نافذ کرے گی، اوپر کی عبارت کی تشریح میں حضرت مولانا عبدالحئی صاحبؒ فرنگی محلی لکھنوی (جو اسلامی قوانین کے بڑے عالم گزرے ہیں) فرماتے ہیں:

”(اسلامی حکومت) ان سے کسی ایسی بات پر روک ٹوک نہیں کرے گی جو ان کے عقیدہ کے موافق ہو، اگرچہ وہ ہمارے مذہب (اسلام) کے خلاف ہو۔“

آپ نے ابھی تک یہی سنا تھا کہ ان کے مذہبی امور میں مداخلت نہیں کی جائے گی ذرا اس پر غور کیجئے کہ اگرچہ اس غیر مسلم قوم اور افراد کا وہ عمل ہمارے مذہب کے خلاف ہو۔ چونکہ اسلام آزادی کا اعلان کرچکا ہے، ان کو کرنے دیا جائے گا۔ اس کو دوسرے مذہبی فرقہ کی دل شکنی کا بہانہ بنا کر نہ روکا جائے گا۔ البتہ ان کو یہ ثابت کرنا ضرور ہوگا کہ وہ بات ان کے مذہب میں ہے بھی یا نہیں؟ جو ان کے مذہبی پیشواؤں اور کتابوں سے معلوم ہوسکتی ہے۔

اسی مسئلہ پر اسلامی کتب میں بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہی نہیں کہ ان کے ”پرسنل لاء“ کی حفاظت کی جائے گی بلکہ اسلامی حکومت میں:

”وہ (غیر مسلم) اس سے بڑی باتوں میں بااختیار ہوں گے، جیسا کہ بت پرستی اور شراب نوشی اور سور کا گوشت کھانا۔“

پس اسلام کے نزدیک اس کی حکومتیں کوئی کسی طرح کھائے، کچھ پیئے، کچھ پہنے، کیسا پہنے سب اختیار ہے لیکن اسلام ان غیر مسلموں کو دو باتوں کی بھی اجازت نہ دے گا، اس میں ایک ”زنا“ ہے اور دوسرا سود، اسلام کہتا ہے کہ زنا اور سود ہر حالت میں حرام، ناجائز،

نارواہیں۔ ''زنا'' تو اس لئے بھی کہ دنیا کی کسی قوم کے نزدیک اور دنیا کے کسی مذہب میں اسے جائز اور اچھا نہیں سمجھا گیا۔ اخلاق کی نظر میں یہ بدترین فعل ہے اور دنیا کے تمام مذاہب میں اور آج تک کی تمام سلطنتوں میں اس کام کی سخت سے سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔ پس اگر کوئی قوم یا خاندان اسلامی حکومت میں یہ مطالبہ کرے گا کہ اسے زنا کی اجازت دی جائے۔ اسلام اسے کبھی برداشت نہیں کرے گا۔ اسلامی حکومت میں قحبہ خانے اور رنڈیوں کے بازار نہ ہوں گے اور اگر کوئی شخص پکڑا گیا تو اس کو زنا کی سزا دی جائے گی۔ وہ قانون کی گرفت سے بچ نہیں سکتا، وہ اپنے کیفرکردار کو پہنچے گا تاکہ ملک کے دوسرے باشندے اس سے عبرت حاصل کرسکیں۔

حدود اللہ:

یہاں ایک ضروری تنبیہ کرنا ہے جس وقت ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں زنا کی سزا دی جائے گی تو غیر مسلم اقوام کے سامنے رجم، یعنی پتھروں سے سنگسار کرنے کا نقشہ پھر جاتا ہے۔ وہ اس قانون کو تسلیم نہیں کرسکتا، وہ نہیں چاہتا کہ سنگساری کا یہ حکم ان کی قوم اور جماعت پر بھی نافذ ہو یا اس کے مذہب میں یہ سزا نہیں ہے تو آپ اس بات کو بھی وضاحت سے سمجھ لیں کہ اسلام غیرمسلموں کو اس بارے میں بھی پابند نہیں کرتا، کیونکہ یہ سزا محض اس شخص پر جاری ہوتی ہے جس میں صفت ''احصان'' پائی جاتی ہو اور اسلام کی اصطلاح میں وہ محصن ہو۔ غیرمسلم چونکہ خدائے واحد کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرتے ہیں وہ محصن نہیں ہوسکتے۔

''جو خدائے واحد کے ساتھ اس کی ذات یا (اختیارات میں) کسی (غیر) کو شریک قرار دیتا ہے وہ محصن نہیں ہے۔'' (ہدایہ)

اور ''حد'' ایک رحمت ہے، یہ ان ہی لوگوں کا حصہ ہے جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور پاک ہو کر خدا کے دربار میں حاضری کا ارادہ کرتے ہوں اور جن کا یقین مرنے کے بعد اٹھنے پر نہ ہو اس دنیا کی زندگی میں وہی سزا دی جائے گی جو اس مختصر سی زندگی کے مالک کے لئے کافی ہو۔

اسلام میں ''حد'' کے نام سے تین سزائیں دی جاتی ہیں: (۱) شراب خوری پر اسی کوڑے، (۲) زنا کرنے والا اگر کنوارا ہو تو اسی کوڑے اور اگر شادی شدہ ہو اور مسلمان بھی ہو تو اس کی سزا ''رجم'' سنگساری ہے۔ یعنی اس شہر اور قصبہ کے لوگ حکومت کے حکم سے اس پر پتھر ماریں گے، تاآنکہ وہ ہلاک ہو جائے۔ (۳) اور چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، ''حد'' وہ متعین سزا ہے جس میں اسلامی نظام میں کسی مسلمان کے بارے میں کوئی اسلامی حکومت نہ نرمی اختیار کرسکتی ہے اور نہ اسے تبدیل کرنے کا حق ہے۔ بقیہ اخلاقی جرائم اور فوجداری معاملات میں جتنی سزائیں ہیں اسلامی اصطلاح میں انہیں ''تعزیرات'' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تعزیرات کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہنگامی حالات پر مبنی اور حکومت کے دائرہ اختیار میں ہوتی ہیں جن میں اسلام براہِ راست کسی سزا کی نوعیت متعین نہیں کرتا البتہ وہ جرائم اور قانون شکنی پر سزا کا حکم ضرور دیتا ہے۔ غیرمسلم بھی اسلامی اصطلاح میں ارتکاب جرائم اور فوجداری معاملات میں قانون شکنی پر تعزیرات کے مستحق ہوں گے، زناکاری، شراب خوری اور سرقہ پر بھی ان پر حد جاری نہ ہوگی۔ (زنا اور شراب کے بارے میں تو فقہاء نے تصریح کردی ہے کہ غیرمسلموں پر جاری نہ ہوگی مگر سرقہ کے بارے میں قطع ید ہوگا، اس کے خلاف مجھے تصریح نہیں ملی، اس جگہ ایک نکتہ پر غور کرلینا چاہئے کہ شراب کا گناہ لازمی ہے (یعنی دوسرے کسی انسان کو نہ اس کا نقصان پہنچتا ہے نہ کسی دوسرے کی شرکت ضروری ہے) اس لئے غیرمسلم سے قطعی طور پر اسلامی حکومت میں شراب خوری کی وجہ سے سزا ختم کردی گئی اور زنا ایک گونہ متعدی ہے کیونکہ بلاشرکت غیرے اس کا ارتکاب ناممکن ہے لہٰذا دوسرے پر زنا میں جبر و سرقہ (چوری) کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں تعدی ہی تعدی ہے۔ یہ امر لازمی نہیں ہے متعدی ہے، اس کا نقصان دوسرے ہی کو پہنچتا ہے، اس لئے اس بارے میں نہ سزا ہلکی ہوسکتی ہے اور نہ ختم کی جاسکتی ہے، ایسے جرم کی معافی ملک کے امن عامہ کو تباہی کی دعوت دینا ہے...انیس الرحمٰن)

حدود کی صورت میں جن سزاؤں کا اجرا ہوتا ہے، اس میں ان دو بڑی شرطوں کو فراموش نہ کرنا چاہئے، اول یہ کہ ان سزاؤں کے جاری اور نافذ کرنے کا اختیار نہ صرف حکومت اسلامیہ کو ہے، غیرمسلم حکومت یا ملک کے عام شہریوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لوگوں پر کوڑے لگاتے پھریں اور خود بخود سنگسار کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔ عوام کو کبھی یہ اجازت نہ ہوگی کہ وہ قانون خداوندی کو اپنے اختیار میں لیں، یہ اسی قوت قاہرہ کا منصب ہے، جس کو عوام نے احکام خداوندی کے نفاذ کے لئے خلافت الٰہیہ کی مسند پر بٹھا دیا ہو۔ دوسرے یہ کہ ان سزاؤں (حدود) سے غیرمسلم قطعی طور پر مستثنیٰ ہے۔ اس بارے میں ان کو وہی سزا دی جائے گی جو ان کے مذہب میں ہوگی۔ شراب کے معاملہ میں تو اوپر ذکر آچکا ہے۔ غیرمسلم پر قطعاً حد جاری نہ ہوگی، یہی نہیں! بلکہ حد یعنی غیرمسلم کے لئے کوڑے لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور زنا کے بارے میں اس غیرمسلم قوم کے مذہبی پیشواؤں سے استفسار کیا جائے گا جو ان کی مذہبی کتابوں اور مذہبی قوانین کے مطابق سزا ہوگی وہ جاری کی جائے گی، پھر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ شراب نوشی پر ایک غیرمسلم قطعاً آزاد ہے مگر چوری اور زنا میں اگر ان کے مذہب میں کوئی سزا بھی نہ ہوگی تو بھی ان کو سزا دی جائے گی، حد پھر بھی جاری نہ ہوگی اور کوئی سخت یقیناً تجویز ہوگی جو وہاں کے حالات کے موافق ہو یا حکومت خود تجویز کرے جس سے عوام کو عبرت ہو کہ وہ دوبارہ اس فعل شنیع کے ارتکاب کی کوئی جرأت نہ کرسکے۔ ☆☆☆

مولانا فضل الرحمٰن کا خطاب

میں نے دشمن کو بھی احساس محبت بخشا

پروفیسر خباب احمد خان

خطاب کو انگریزی میں ADDRESS یا SPEECH کہتے ہیں۔ اسپیچ قوت گویائی، تکلم، تقریر اور لوگوں کے روبرو کلام کرنے کو کہتے ہیں۔ ''ایڈریس'' کا مفہوم بھی اس سے ملتا جلتا ہے یعنی مخاطب ہونا اور خطبہ دینا۔ خطابت ایسا جوہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے کسی کسی کو ودیعت کیا ہے، اپنی بات کہنا، اپنا مافی الضمیر سمجھانا اور بات موثر انداز میں کرنا بڑوں بڑوں کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کا یہ اعزاز ہے کہ اس نے تحریر، تقریر، تدریس، تفسیر، تبلیغ اور سیاست سمیت ہر میدان کے شہسوار پیدا کئے، جنہوں نے اپنے اپنے میدانوں میں کامیابی کے جھنڈے گاڑے۔

قیام پاکستان کے بعد جمعیت علماء اسلام کا قیام عمل میں آیا تو اس میں مولانا احمد علی لاہوریؒ سمیت جتنے علماء تھے وہ اپنی ذات میں انجمن کا درجہ رکھتے تھے، جمعیت علماء اسلام کا جوں جوں سیاسی سفر آگے بڑھا مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا عبدالحقؒ جیسے درویش صفت لوگوں نے سیاسی میدان میں اپنی خطابت اور قابلیت کے جھنڈے گاڑے۔ پاکستان کی پارلیمانی تاریخ ان درویشوں کے تذکرے کے بغیر نامکمل رہے گی۔ ان اکابر کی رخصتی کے بعد مولانا فضل الرحمٰن نے جمعیت علماء اسلام کو ایک مسلمہ دینی وسیاسی قوت بنانے میں اپنی بصیرت اور فہم و فراست کو جس انداز میں استعمال کیا، اس کا اعتراف اب ان کے مخالف بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خطابت کا جو ملکہ عطا کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ پارلیمنٹ اور پارلیمنٹ کے باہر ان کی تقاریر اور خطابات کا جائزہ لیا جائے تو وہ اپنی بات دلیل وبرہان سے اس انداز میں کرتے ہیں کہ اپنے تو اپنے پرائے بھی ان کی تعریف کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

جامع مسجد فاروق اعظم آئی نائن فور اسلام آباد میں مولانا مفتی ابرار احمد کے ہاں علماء ورکرز کنونشن میں ان کا خطاب انتہائی اہم تھا۔ اپنے اس اہم خطاب میں انہوں نے کہا کہ آج جبکہ کفر کی یلغار اسلام اور امت مسلمہ پر ہر طرف سے جاری ہے، جمعیت علماء اسلام واحد دینی اور سیاسی قوت ہے جو اس یلغار کا مقابلہ کررہی ہے۔ رفتہ رفتہ بااثر شخصیات اور عوام سے قریبی رابطے رکھنے والے لوگ اس کی طرف راغب ہورہے ہیں۔ جمعیت علمائے اسلام امت مسلمہ کے نصب العین اور اسلامی نظریے کی ترجمان ہے۔ قومی سطح پر دو دہائیوں سے ہماری جدوجہد کے باعث عوام جمعیت علماء اسلام کی طرف متوجہ ہورہے ہیں۔ پارلیمنٹ میں بڑی جماعتیں مغرب کی ہمنوا اور سیکولر فکر کی حامل ہیں۔ علاقائی اور قوم پرست چھوٹی جماعتیں بھی لادینیت کی علم بردار ہیں، ایوان میں دینی قوتوں کی وکالت صرف جمعیت علماء اسلام نے کی۔ اگر ایک جماعت اپنی عددی قلت کے باوجود آپ کے عقیدے اور نظریے کے لئے لڑسکتی ہے تو ووٹ بھی اس کا حق ہے۔ آپ جمعیت کے کردار کا جائزہ لیں تو آپ کے مشاہدے میں آئے گا کہ حکومت اور سیکولر لابی نے جس موضوع پر بات کی جمعیت علماء اسلام نے تنہا اس کا دفاع کیا۔ آج ملک میں لوگ دینی جماعتوں کے اتحاد کے خواہشمند ہیں، ہم نے متحدہ مجلس عمل میں کام کیا اور پھر اس کی فعالیت کے لئے ماضی قریب میں بھرپور کوشش کی۔ مذہبی حلقوں میں یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ دینی جماعتیں باہم متحدہ کیوں نہیں ہوتیں اور اتحاد کے بغیر انتخابات میں کامیابی ممکن نہیں۔ اب یہ فضا بدل چکی ہے، دوسری جماعتوں نے بائیکاٹ کیا ہم اکیلے پانچ سال تک دینی قوتوں کا مقدمہ لڑتے رہے، متحدہ مجلس عمل کی تو ۷۰ نشستیں تھیں اب کی بار صرف ۹ نشستیں تھیں۔ ستر کی عددی اکثریت پرویز مشرف کے دور میں حدود اللہ کے قوانین کی تبدیلی کو نہ روک سکی جبکہ اس عہد حکومت میں ۱۹۷۳ء کے آئین میں ترامیم کے لئے ۹ ماہ تک کام کیا گیا۔ ان ترامیم میں پاکستان کے آئین سے اسلامی دفعات، قرارداد مقاصد قومی اسمبلی کے لئے مجلس شوریٰ کے الفاظ کے خاتمے کی کوشش کی گئی مگر ان میں سے ہر ایک ترمیم کی جمعیت نے مخالفت کرکے اپنے بات منوائی اور گھریلو تشدد بل کی غیر اسلامی شقیں آئین کا حصہ بن سکیں نہ کوئی قانون تبدیل کیا جاسکا۔

انہوں نے کہا کہ سیاست کے معنی عداوت نہیں، یہ تدبیر، حکمت اور دانائی کا نام ہے، ہم نے یہی کیا۔ ضرورت پڑی تو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ یہ جنگ ہماری ہے، چلتی رہے گی۔ غافل ہونے کی ایک

لمیے کے لئے گنجائش نہیں۔ مغربی ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لئے اب تمام سیکولر جماعتیں الگ الگ ہونے کے باوجود متفق ہیں۔ بات مخالفت میں کی جاتی ہے اور اندرون خانہ موافقت کی جاتی ہے۔ بھٹو کون تھا، امریکا مخالف، اب اس کی جماعت کیا امریکا مخالف ہے؟ اسی طرح قوم پرست اور دوسری جماعتیں امریکی مخالفت میں پیش پیش تھیں، اب کہاں کھڑی ہیں؟ شکاری پارساؤں کا لباس پہن کر آجائے تو وہ کیا پارسا کہلائے گا؟ آئین پاکستان ہی نہیں اسلام بھی تمام مسلمانوں اور اقلیتوں کو حقوق دیتا ہے۔ ہندو، سکھ اور عیسائی اس ملک میں اقلیت ہیں تو انہیں سب سے زیادہ حقوق اسلام نے دیئے ہیں۔ کیا اسلامی ریاست میں رہنے والی اقلیتوں کی جان ومال کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری نہیں؟ ہمارا منشور اسلام ہے تو پھر ہمیں اپنے غیر مسلم بھائیوں کو بھی ساتھ لے کر چلنا ہوگا۔ یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ فتح مکہ اور میثاق مدینہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ایک میں کافروں کے لئے عام معافی کا اعلان ہوا، انتقام نہیں لیا گیا اور دوسرے میں غیر مسلموں کو مذہبی وسیاسی آزادی دی گئی اور برابر کے حقوق دیئے گئے۔

انہوں نے کہا کہ روپئے بڑے نہیں ہوتے، دین بڑا ہوتا ہے۔ پاکستان مسلم لیگ نے بنایا لیکن انہی مسلم لیگیوں نے جمہوریت کے پانچ سال مکمل ہونے پر رقص وسرود کی محفل بپا کر کے جو کچھ کیا، کیا قائداعظم اس طرح کی مملکت کے خواہاں تھے؟ کیا ایسے لوگ ملک کو جمہوری فلاحی مملکت بنائیں گے؟ لبرل حلقے مذہب کا نام استعمال کرتے ہیں، لیکن وہ اس سے لاتعلق ہیں۔ ملک کی ۶۶ سالہ تاریخ ان کے عمل کی گواہ ہے۔ آئین میں یہ درج ہے کہ قرآن وسنت کے خلاف قوانین نہیں بنائے جاسکتے، مگر کیا آئینی تقاضے پورے ہورہے ہیں؟ جب تک ایسے لوگ پارلیمنٹ میں نہیں جائیں گے جو قرآن وسنت کو سمجھتے اور اس کے نفاذ کی اہلیت رکھتے ہوں تو اس وقت تک اس ملک میں تبدیلی کیسے آئے گی؟ آج ہمارے دینی حلقوں اور دینی قوتوں میں اتحاد کی بات بھی کی جاتی ہے اور دوسری طرف عملاً سیاسی میدان میں یہ فلسفہ اپنایا جاتا ہے کہ ہم جیت نہیں سکتے، لیکن ووٹ تقسیم کر کے ہرا تو سکتے ہیں، اس فلسفے کا جو نقصان سیاسی میدان میں مذہبی طبقے کو ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔ اگر سیاسی میدان میں جمعیت علماء اسلام کی جدوجہد سب سے زیادہ ہے تو دینی قوتیں اس کی معاون بنیں تاکہ اس ملک کو اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے۔

انہوں نے کہا کہ ”اسلام زندہ باد کانفرنس“ لادینی قوتوں کی راہ روکنے کے لئے طاقت وشوکت کا مظاہرہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر کیا شوکت کے اظہار کے لئے صحابہ کرامؓ کو الاؤ جلانے کا حکم نہیں دیا تھا؟ اس کانفرنس میں ورکرز اور علماء کرام کا انتہائی اہم رول ہے۔ باقی میڈیا کے رول سے نہ گھبرائیں، دیگر قوتیں وقت خرید کر اپنی پبلسٹی کرتی ہیں، ہم نے اسلام کا علم اٹھایا ہے تو پھر گھبرانا کیا:

”فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ ان اللّٰہ یحب المتوکلین“... جب تم نے عزم کرلیا تو پھر اللہ پر توکل کرو، اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے...

مولانا فضل الرحمن کا یہ خطاب آنے والے انتخابات کے تناظر میں انتہائی اہم تھا، جس میں انہوں نے ایک طرف جمعیت علماء اسلام کی جدوجہد کا ذکر کیا اور دوسری جانب اپنوں اور اغیار کی جانب سے پیدا کی جانے والی رکاوٹوں کا بھی کھل کر اظہار کیا، گویا:

میں نے دشمن کو بھی احساس محبت بخشا
میرے اپنے مجھے نفرت کی سزا دیتے ہیں

(روزنامہ اسلام کراچی، ۲۷/مارچ ۲۰۱۳ء)

امریکا اور نیٹو افغانستان میں جنگ ہار چکے: علماء کرام

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کا تعارف مسلم سائنس دان کے طور پر کرانا قابل مذمت ہے

ہری پور میں جلسے سے حافظ حسین احمد، مولانا اللہ وسایا، پیر عزیز الرحمن ہزاروی ودیگر کا خطاب

ہری پور (نامہ نگار) آئین پاکستان کے مطابق قادیانی اور احمدی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ مصری صدر کے سامنے قادیانی سائنس دان عبدالسلام کو مسلمان سائنس دان کے طور پر پیش کرنا قابل مذمت ہے۔ ان خیالات کا اظہار جمعیت علماء اسلام کے مرکزی راہنما حافظ حسین احمد، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا اللہ وسایا، اہلسنت والجماعت کے مرکزی رہنما علامہ اکرام اللہ مجددی، مولانا پیر عزیز الرحمن ہزاروی، مولانا الیاس گھمن، مولانا محمود الحسن شاہ، مولانا منظور مینگل، مولانا قاضی مشتاق احمد، مولانا حفیظ الرحمن اور دیگر مقررین نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ایلیمنٹری کالج گراؤنڈ ہری پور میں ایک روزہ ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ حافظ حسین احمد نے کہا کہ علماء دیوبند اللہ، رسول اور جہاد سے محبت کے حقیقی علمبردار ہیں۔ امریکا اور نیٹو فورسز افغانستان میں جنگ ہار چکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کل تک جن کو دہشت گرد کہتے تھے، آج ان سے مذاکرات کررہے ہیں۔ مولانا اکرام مجددی نے کہا کہ تمام مسلمان ایک ہوجائیں۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۲۹/مارچ ۲۰۱۳ء)

اصلاحِ معاشرہ

مولانا قاضی احسان احمد

مجلس احرار اسلام کے سرخیل چوہدری افضل حق مرحوم اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''دین اسلام'' کے صفحہ ۱۱۲ پر رقم طراز ہیں:

''عام سیاسی سربلندی شیطانی شجر ہے، دولت، اقتدار، عیش اور غرور اس کی چار شاخیں ہیں، اس درخت کے سائے نے عموماً قوم کی مسرتوں کو برباد کیا اور چند لوگوں نے قوم کی روحانیت کو لوٹ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنی نوع انسان نے آج تک کہیں پناہ نہ پائی کہ وہ امن کی زندگی بسر کرسکے، کوئی قوم ہے جو سیاسی طور پر سربلند ہوکر سلاطین کے ہاتھ میں کٹھ پتلی نہ بن گئی، اوروں پر ظلم توڑھانا ہی تھا اپنی ہی قوم میں ملک اور طبقات پیدا ہوگئے، اوپر کے طبقے نے نچلے طبقے کو جی بھر کر لوٹا اور ان کی زندگی موت سے بدتر کردی۔ ان تمام اجتماعی اور انفرادی کمزوریوں کو رفع کرکے انسانی سوسائٹی کو بدمعاشوں اور لٹیروں کے گروہ کی بجائے پُرامن اور پاکباز لوگوں کی مجلس بنانے کے لئے اسلام نے ہمیں نماز کا نسخہ بتایا ہے تاکہ ہم روحانی ورزش اور محنت سے پہلے اپنی فطرت کو سعید بنائیں اور نیک لوگوں کو منظم کرکے نیکی کے نظام کو دنیا میں استوار کریں۔ اپنا عمل اور اپنی ذات، اپنے خاندان، اپنی قوم، اپنے ملک کی بھلائی تک محدود رکھنا چھوڑ دیں بلکہ سعی وعمل کی بنیادیں خدا کی خوشنودی پر رکھیں تاکہ انسان کی انفرادیت فنا ہوکر اقتدار، دولت، شہرت اور عیش کی ساری آرزوئیں دل سے مٹ جائیں۔''

آج معاشرہ کا تجزیہ کیا جائے تو ملک وملت کے نگہبان وپاسبان، سیاسی سربلندی جسے شیطانی شجر قرار دیا گیا ہے کی چوٹی پر پہنچنے کے خواہاں ہیں، چنانچہ دولت کی ہوس، اقتدار کا جنون اور عیش پرستی کی زندگی سے غرور وتکبر کا پیدا ہونا امر یقینی ہے، جب مقصد زندگی دولت وتعیش ہوگا، ہر حال میں اقتدار کی کرسی مطلوب ہوگی تو کون دیکھے گا جائز اور ناجائز، حرام وحلال، بس تب تو صرف اور صرف یہی سبق یاد رہے گا کہ مال چاہئے اس کے حصول کے لئے ملک وملت، دین و اسلام غرضیکہ جو کچھ بھی داؤ پر لگایا جاسکتا ہے لگادیا جائے۔ تب تباہی بربادی، ملکی ومسلکی سرحدوں کی پامالی، دینی اقدار کا تنزل غرض کچھ بھی تو باقی نہیں رہتا۔

کاش! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام اس فانی دنیا کے لئے اتنے سنگین جرائم کا مرتکب تو نہ ہوتا بلکہ ہر نیک وبد، اچھا برا، گورا کالا، اپنا پرایا اس کی نظر میں برابر ہوجاتا، اس کو دوست، دشمن، جائز، ناجائز کا امتیاز و فرق بھی بھول جائے، مگر کیا کیا جائے؟ جب اس کشتی کے ناخدا اور ملک وقوم کے رہبر ورہنما قوم کی بچیوں کو سرمحفل نچوانے لگ جائیں اور اسے اپنی ثقافت قرار دیں، عزت وعفت کا جنازہ نکال دیا جائے، علماء وطلبا کو سرعام قتل کروانا مشغلہ بن جائے، ہر فرد ملت کے ہاتھ میں کاسہ گدائی پکڑا دیا جائے، نماز، روزہ ادا کرنا مشکل اور دینی اقدار پر عمل پیرا ہونا محال نظر آنے لگے تو پھر یہاں خیر وبرکت کی توقع کرنا عبث ہے۔

یہ ملک دین کے نام پر معرض وجود میں آیا، لاکھوں لوگ بے گھر ہوئے، ہزاروں افراد موت کی نیند سلا کر پیوند خاک کردیئے گئے، سینکڑوں بہنوں کی آبروریزی ہوئی، نہ جانے کتنی ماؤں کے لعل ان سے چھین لئے گئے، نہ معلوم کیا کچھ ہوا؟ مگر آج اس ملک کی سرزمین پر دین کا نام لینا جرم بن گیا، دینی سوچ کا حامل مجرم گردانا جانے لگا، یہ سب کچھ کیوں، کیسے؟ اس کے اسباب وعوامل میرے اور آپ کے درمیان موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دوری، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وسیرت کا مذاق، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر طعن وتشنیع، اکابرین ملت اور ائمہ مجتہدین پر بداعتقادی، کیا گل کھلائے گی؟ جب آنکھ بے حیا ہوجائے تو شرم وحیا اور شرافت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

آج ہمارا معاشرہ بے حیائی اور عریانی کی دلدل میں دھنس گیا ہے۔ یہاں گلی کوچے، شہر وبازار میں شرافت یا شریف انسان کی کوئی شنوائی نہیں، اگر کوئی قسمت کا مارا کسی کو اچھائی کی تلقین کرے گا تو الٹا اس کی طرف انگلیاں اٹھیں گی کہ بڑے میاں کی عقل میں فتور آ گیا ہے۔

یہ حالت کیوں پیش آئی؟ نوبت یہاں تک کیسے پہنچی؟ اس کا اہم سبب یہ ہے کہ آدمی کی طبیعت کو اگر ایک مرتبہ گناہ پر جسارت ہوجائے تو پھر توبہ کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، جو چاہو کرلو گناہ پھر ہوہی جاتا ہے۔ یاد رکھیں گناہ سے رکنا اصل شرافت ہے، مرض گناہ کا علاج توبہ ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ پرہیز ہر حال میں علاج سے بہتر ہے، زبان سے لفظ توبہ توبہ کہنا حقیقتاً توبہ نہیں، اس لفظ کا ورد کرنا آسان ہے، مگر پکی سچی توبہ کرکے اس پر کاربند اور پکا رہنا حقیقتاً توبہ ہے، آج اس معاشرے میں ہر قبیح اور برے فعل سے روکنے کے لئے اہل دین اور علماء حق کا طبقہ ہے جو کبھی اپنے فرض سے غافل نہیں رہا، مگر یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ اس بگڑے ہوئے معاشرہ کی اصلاح کیسے ہو؟ اس سلسلہ میں سب کو اپنا مثبت کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ ☆☆☆

ختم نبوت کا ایک گمنام مبلغ!

خالد مبین، گوجرخان

وہ لوگ جنہوں نے خوں دے کر پھولوں کو رنگت بخشی ہے
دو چار سے دنیا واقف ہے گمنام نہ جانے کتنے ہیں

پچھلے دنوں فجر سے پہلے قاری فضل کریم دامت برکاتہم کا فون آیا کہ چنگا بنگیال میں راجہ وسیم احمد فوت ہوگئے ہیں غنودگی کی کیفیت میں فون سنا تھا مگر یہ جملہ کان میں پڑتے ہی ایک جھٹکا سا لگا اور زبان سے بے اختیار نکلا: اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۱۹۹۴ء سے گوجر خان میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس، تسلسل کے ساتھ منعقد ہورہی ہے، اللہ نے دستگیری فرمائی کہ نواحی قادیانیت زدہ علاقہ چنگا بنگیال کے چند مسلمان احباب بھی کانفرنس میں شریک ہونے لگے۔ چنگا بنگیال کے قادیانیوں سے چونکہ انکی رشتہ داریاں تھیں تو چند سال پیشتر انہوں نے تمام قادیانی ذمہ داروں اور ان کے قادیانی مربی کے ساتھ مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم کی ایک نشست طے کر دی۔ حضرت مولانا وہاں تشریف لے گئے اور قادیانی مربی کو قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ، لغت غرض ہر اعتبار سے لاجواب کردیا اور مرزا غلام قادیانی کی کفریہ عبارتیں اس کی کتابوں سے نقل کرکے قادیانیت کے بخیئے ادھیڑ دیئے (حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم کی وہ گفتگو "مناظرہ چنگا بنگیال" کے نام سے چھپ بھی چکی ہے)۔ شرکاء محفل کے سامنے قادیانی مربی کی ہزیمت کے ساتھ ساتھ قادیانیت کا کفر بھی آشکارہ ہوا اور چند خوش بخت قادیانیت پر لعنت بھیج کر آقا مدنی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے وابستہ ہوگئے۔ ان خوش نصیبوں میں ایک نوجوان راجہ وسیم احمد بھی تھے۔

راجہ وسیم احمد، قادیانیت کے بھی پر جوش مبلغ تھے، مسلمان ہوئے تو اپنی تمام صلاحیتیں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے کفر و دجل کا پردہ چاک کرنے میں صرف کر دیں۔ تقریباً سات سال کا عرصہ اسلام میں گزارنے کا موقع ملا مگر ان سات سالوں میں روشن آنکھوں، ہنس مکھ چہرے والے بے چین، ان تھک، نڈر، بلند حوصلہ اور عالی ظرف نوجوان نے اپنوں کے بھی نشتر سہتے ہوئے وہ کام کئے جو ہمارے جیسے سینکڑوں پیدائشی مسلمان نہ کرسکے۔ علاقہ کے ہر قادیانی پیر و جواں کے ساتھ پوری دردمندی کے ساتھ رابطہ کرنا، مرزا قادیانی کی کتابوں سے کفریہ عبارتیں ان کے سامنے پیش کرکے انہیں دعوت اسلام دینا، انکی اونچی نیچی باتیں برداشت کرنا اور یہ کام خالصتاً اللہ کی رضا کے حصول کیلئے مقصد بنائے رکھنا۔ یہ تھا راجہ وسیم احمد کی زندگی کے شب وروز کا معمول۔ چنانچہ ان کی دعوت وفکر کی وجہ سے کئی قادیانی اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ خصوصاً نوجوان طبقہ پر خوب محنت کرتے اور ہر کانفرنس پر ان نومسلموں کی مولانا اللہ وسایا صاحب سے ملاقات کراتے ان کیلئے استقامت کی دعا کراتے، خود بھی بزرگوں کی خوب دعائیں سمیٹتے۔

انتقال سے چند ماہ قبل ان کے والد جو بدقسمتی سے قادیانیت پر رہتے ہوئے فوت ہوئے تو راجہ وسیم احمد نے علی الاعلان ان کی آخری رسومات میں شرکت سے انکار کرکے اپنے ایمان کی پختگی کا مظاہرہ کیا۔ چنگا بنگیال کے لئے مولانا اللہ وسایا صاحب کے پروگرام کا بار بار اصرار کرتے، بندہ مولانا اللہ وسایا صاحب کی مصروفیت سے آگاہ ہونے کی وجہ سے مختلف حیلوں سے دامن بچاتا رہتا، لیکن انتقال سے چند دن قبل بہت ہی زیادہ اصرار کیا، میں نے مولانا سے رابطہ کیا تو خلاف توقع مولانا نے فوراً ہی حامی بھرلی (یہ بھی راجہ وسیم کے اخلاص کی برکت تھی) راجہ صاحب نے اپنی پوری ٹیم کے ساتھ خوب محنت کی، محنت کا میدان قادیانی حضرات تھے۔ کانفرنس مقامی مسجد میں ہونا طے تھی مگر برا ہو ہماری روائتی علاقائی مسلکی مخاصمت کا کہ عین وقت پر ان حضرات نے مسجد کی اجازت منسوخ کردی۔ فوراً متبادل بندوبست کیا گیا۔ پروگرام ہوا اور اتنا شاندار بیان ہوا کہ اپنے پرائے سبھی متاثر ہوئے۔ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب نے خلاف معمول قادیانیت کو آڑے ہاتھوں لینے کے بجائے قادیانیوں کو دعوت اسلام دینے کے انداز میں ناصحانہ طور پر بیان فرمایا۔ راجہ صاحب نے پروگرام کی ویڈیو سی ڈی تیار کروائی اور تمام قادیانیوں کے گھروں میں پہنچادی۔ بعد میں فون پر رابطہ ہوا تو بڑے پرجوش انداز میں کہنے لگے کہ خالد بھائی اب قادیانیت چند

دنوں کی مہمان ہے۔ان شاء اللہ آپ کو بہت جلد خوشخبری سناؤں گا کہ تمام بڑے بڑے قادیانی، قادیانیت چھوڑنے پر آمادہ نظر آرہے ہیں بس آپ بزرگوں سے دعا کرائیں۔(اللہ تعالیٰ ان کی نیک خواہشات پوری فرمائے۔آمین)

مجھے علامہ انور شاہ کشمیریؒ یاد آگئے، ۱۹۳۵ء میں جب بہاولپور میں قادیانیوں کے خلاف برصغیر میں اولین مقدمہ درج ہوا تو نواب آف بہاولپور نے دارالعلوم دیوبند خط لکھ کر حضرت شاہ جیؒ سے آنے کی درخواست کی۔شاہ جیؒ پیرانہ سالی اور مختلف عوارض کے باوجود تشریف لائے اور عدالت میں قادیانیت کے کفر کو واشگاف انداز میں دلائل سے ثابت کیا۔واپس تشریف لے گئے تو اپنے متعلقین سے فرمایا کہ جب مقدمہ بہاولپور کا فیصلہ آجائے اور میں زندہ نہ ہوں تو میری قبر پر آکر یہ فیصلہ سنا دینا کہ عدالت نے قادیانیوں کو کافر قرار دے دیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ دن جلد دکھائے گا جب چنگا بنگیال کے بچے کھچے قادیانی اسلام قبول کریں گے اور میں راجہ وسیم احمد کی قبر پر جاکر یہ خوشخبری سناؤں گا۔ان شاء اللہ!

نماز جنازہ میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی جن میں اکثریت علماء، صلحاء اور باشرع افراد کی تھی۔چنگا بنگیال کا تاریخی جنازہ تھا۔قریب ودور سے لوگ آئے۔نماز جنازہ حضرت مولانا قاضی مشتاق احمد امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت راولپنڈی نے پڑھائی۔جنازہ سے قبل اعلان کیا گیا کہ راجہ وسیم کا کوئی قادیانی رشتہ دار نماز جنازہ میں شریک نہ ہو۔مولانا اللہ وسایا مدظلہ کی نمائندگی مولانا طیب فاروقی مبلغ اسلام آباد اور قاری عبدالوحید قاسمی جنرل سیکریٹری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد نے کی۔☆☆☆

قیامت کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

’’حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس دنیا کی (بقیہ عمر کی) مثال ایسی ہے جیسے ایک کپڑا ایک سرے سے دوسرے سرے تک چاک کر دیا گیا ہو بس ایک دھاگا پر لٹکا ہوا ہو پس وہ آخری دھاگا بھی (ٹوٹ کر) علیحدہ ہونے ہی والا ہے۔‘‘ (مشکوٰۃ)

یعنی اس دنیا کے فنا ہونے کا وقت قریب آچکا ہے قیامت میں اب کوئی زیادہ فاصلہ نہیں رہ گیا، اس رو بہ زوال دنیا کے بنانے اور اس کی ترقی کی فکر میں لگ کر اگلی زندگی کی کامیابیوں سے غافل ہو جانا بڑی نادانی ہے۔

ایک مومن کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اس دن سے بے فکر رہے جس کے بارے میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

’’یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ ○ فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ.‘‘ (طارق:۹،۱۰)

ترجمہ:’’جس روز سب کی قلعی کھل جاوے گی، پھر انسان کو نہ تو خود مدافعت کی قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا۔‘‘

یعنی اس روز انسان کے تمام عقائد و خیالات اور نیت و عزم جو دل میں پوشیدہ تھے دنیا میں اس کو کوئی نہ جانتا تھا، اسی طرح وہ اعمال و افعال جو اس نے چھپ کر کئے دنیا میں کسی کو ان کی خبر نہیں، محشر میں سب کا امتحان لیا جائے گا، یعنی سب کو ظاہر کر دیا جائے گا۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انسان کے ہر مخفی راز کھول دے گا۔ ہر اچھے بُرے عقیدے اور عمل کی علامت انسان کے چہرے پر بازینت ہو کر یا ظلمت و سیاہی کی صورت میں ظاہر کر دی جائے گی۔ (معارف القرآن نقلاً عن القرطبی)

قرآن کریم نے غفلت شعار لوگوں کو بار بار ان کی حالت زار کا حوالہ دے کر اس دن کی تیاری سے بے فکر ہونے پر متنبہ کیا ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ○ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ○ (الانبیاء:۱،۲)

ترجمہ:’’لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آپہنچا اور یہ (ابھی) غفلت (ہی) میں (پڑے) ہیں اعراض کئے ہوئے ہیں (اور ان کی غفلت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ) ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو نصیحت تازہ آتی ہے (بجائے اس کے کہ ان کو تنبیہ ہوتی) یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں کہ (ان کے ساتھ) ہنسی کرتے ہیں ان کے دل (اصلاً ادھر) متوجہ نہیں ہوتے۔‘‘

عالم اسلام سعودی عرب کی تقلید کرے!

مولانا محمد ازہر مدظلہ

میانمار (برما) کے مظلوم مسلمان ایک مرتبہ پھر گردش روزگار کا شکار ہیں۔ بی بی سی کے مطابق تین روز قبل دارالحکومت ینگون میں ایک مسلمان تاجر اور بدھسٹ خریداروں کے درمیان بحث وتکرار کے بعد تشدد پھوٹ پڑا۔ اس تشدد میں ایک بدھسٹ راہب ہلاک ہوگیا، جس کے بعد سینکڑوں مسلح بدھسٹ ہاتھوں میں لاٹھیاں اور تلواریں اور آتشزنی کا سامان لئے مسلمان آبادی پر پل پڑے۔ مشتعل ہجوم مسلمانوں کی املاک اور عمارتوں کو تباہ کرنے اور آگ لگانے میں مصروف رہا۔ تشدد کے ان واقعات میں برما کی سیکورٹی فورسز نے حسب سابق بلوائیوں کو روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ گویا بالواسطہ طور پر برمی حکومت بھی مسلمانوں کی تباہی وبربادی اور قتل عام میں شریک رہی۔ تین دن سے جاری اس نسلی تشدد میں ہزارہا مسلمان اپنے گھربار اور کاروبار چھوڑ کر نسبتاً محفوظ مقامات کی طرف کوچ کرنے پر مجبور ہوگئے۔ حکومت نے اس نسلی تشدد میں بیس مسلمانوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا ہے لیکن ینگون (سابق رنگون) کی اسلامی مذہبی امور کی کونسل کے مطابق تشدد میں جاں بحق ہونے والے مسلمانوں کی تعداد ایک سو کے قریب ہے، جس میں اساتذہ، طلبا اور دوکاندار شامل ہیں۔ جاں بحق ہونے والوں میں ۸ سے ۱۴ سال کی عمر کے بچے بھی ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ عالمی برادری بالخصوص مسلمان ممالک نے میانمار کی حکومت کی جابرانہ سرگرمیوں کو فوری طور پر روکنے کے لئے کچھ نہیں کیا۔ پچھلے ۹ ماہ سے ان بے خانماں مسلمانوں پر بدھسٹوں اور حکومت کی زیادتیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اگر یہ جوروستم برقرار رہتا ہے تو پھر مسلم اقلیت باقی نہیں رہے گی۔ گزشتہ سال جون سے میانمار کی حکومت اور نیشنل گارڈ نے قتل عام اور نسل کشی کے ذریعے ایسا ماحول پیدا کردیا ہے کہ مسلم اقلیت کے حوصلے پست ہوگئے ہیں۔ ان کے گھروں اور مساجد کو جلا کر خاکستر کردیا گیا ہے۔ جن مقامات پر ان مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا، وہ بھی غیر محفوظ ہیں اور بدھ راہبوں نے حکومت کی پشت پناہی سے ان تک پہنچنے والی امداد روک دی ہے۔

برما کی مسلم تنظیموں کا کہنا ہے کہ اگر حالات پر قابو نہ پایا گیا تو برما میں مسلمانوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اس وقت ہزارہا مسلمان جیلوں میں محبوس ہیں، ہزاروں افراد نقل مکانی کرچکے ہیں، جو مسلمان اپنی جان بچانے کے لئے تھائی لینڈ یا بنگلہ دیش جیسے علاقوں میں کوچ کررہے ہیں، وہاں بھی ان کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہے۔ تھائی لینڈ کی بحریہ نے ان پناہ گزین مسلمانوں پر فائرنگ کی ہے، جس کے نتیجے میں کئی افراد جاں بحق ہوگئے ہیں۔ انسانی حقوق کے ایک سرکردہ گروپ نے تھائی لینڈ بحریہ کی جانب سے گولی چلانے کے واقعے کی مذمت کی ہے اور حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ ہلاکت خیز فائرنگ کی تحقیقات کا حکم دے۔

دوسری طرف عالم اسلام نے اس ظلم وستم پر روایتی سردمہری اور بے حسی کا مظاہرہ کیا ہے اور عملاً برمی مسلمانوں کے تحفظ وبقا کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا۔ بے حسی کی اس عمومی فضا میں سعودی عرب سے ملنے والی یہ خبر حوصلہ افزا اور خوش کن ہے کہ سعودی حکومت نے برما کے مظلوم مسلمانوں کی آبادکاری کا فیصلہ کیا ہے۔ گورنر مکہ مکرمہ شہزادہ خالد الفیصل نے اعلان کیا ہے کہ برما کے دو لاکھ پچاس ہزار تارکین وطن کو مفت اقامے (رہائشی اجازت نامے) فراہم کئے جائیں گے۔ اس کے ساتھ انہیں طبی سہولت، تعلیمی مواقع اور روزگار بھی فراہم کیا جائے گا۔ اس منصوبے پر باقاعدہ عمل درآمد شروع کردیا گیا ہے۔ پہلے پانچ دنوں میں دو ہزار سے زائد برمی باشندوں نے مفت اقامے کے لئے اپنے ناموں کا اندراج کروایا ہے، جس کی مدت قبولیت چار سال ہوگی۔ منصوبے کے تحت سعودی عرب میں تقریباً پانچ لاکھ پناہ گزینوں کو رہائش کا قانونی حق دیا جائے گا، جن میں اولین ترجیح برمی مسلمانوں کی ہوگی۔

سعودی عرب کا یہ اقدام دوسرے مسلمان ممالک کے لئے نمونہ ہے کہ انہیں بھی مظلوم برمی مسلمانوں کی مدد کے لئے کھڑا ہونا چاہئے۔ بی بی سی کے مطابق بے گھر ہونے والے ایک لاکھ بیس ہزار روہنگیا مسلمانوں کے لئے مزید امداد کی ضرورت ہے، ان افراد میں بیشتر کی بستیاں جلادی گئی ہیں، جس کی وجہ سے وہ نقل مکانی پر مجبور ہوئے۔ اقوام متحدہ کے تحت کام کرنے والے مختلف اداروں نے ان مہاجرین میں امداد تقسیم کرنے کا کام شروع کیا ہے، مگر ان کا کہنا ہے کہ مہاجر بستیوں میں سہولتیں بہت محدود ہیں۔ برما کے

یہ مسلمان اس وقت مسلمان بھائیوں، مسلم تنظیموں اور اسلامی ممالک کی امداد وتوجہ کے مستحق ومنتظر ہیں۔

ایک مسئلہ روہنگیا مسلمانوں کی شہریت کا بھی ہے، جس کے لئے اسلامی ممالک کو میانمار کی حکومت پر زور دینا چاہئے کہ وہ ان کے حق شہریت کو تسلیم کرے، اس لئے کہ میانمار کی حکومت نے آٹھ لاکھ مسلمانوں کو جو میانمار میں اقلیت میں ہیں، غیر قانونی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلمان بنگلہ دیش سے میانمار میں داخل ہوئے ہیں جبکہ دوسری طرف بنگلہ دیشی حکومت نے بھی ان مسلمانوں کی امداد کی فراہمی سے اپنی کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا، بے وطن روہنگیا مسلمانوں کو میانمار کے شہری تسلیم نہ کرنے اور تشدد کی حکومت پشت پناہی نے برمی مسلمانوں کے لئے زمین تنگ کردی ہے۔

یہ آٹھ لاکھ برمی مسلمان ایک ارب اڑتالیس کروڑ مسلمانوں کے جسد ملی کا حصہ ہیں، جن کو ظلم و جبر سے بچانے کی ذمہ داری حسب استطاعت ہم سب پر عائد ہوتی ہے۔ حکومت پاکستان کو بھی اس سلسلہ میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ جو افراد اور رفاہی تنظیمیں برما جاکر کیمپوں میں مقیم بے گھر افراد کی امداد کرنا چاہتی ہیں، ان کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے اور سفری دستاویزات کے حصول میں انہیں سہولتیں ملنی چاہئیں۔

میانمار میں یہ افواہیں بھی گشت کررہی ہیں کہ روہنگیا مسلمانوں کے قتل عام کی تیسری لہر بھی چل سکتی ہے۔ ان حالات میں مسلم ممالک کو صورت حال کی سنگینی کا اندازہ کرتے ہوئے برما کے مظلوم و بے وطن مسلمانوں کے لئے عالمی مہم چلانے کی ضرورت ہے تاکہ انسانی ضمیر کو بیدار کیا جاسکے اور برمی حکومت کے جبر واستبداد کو روکا جاسکے۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۲۸/مارچ ۲۰۱۳ء)

سفید مینارہ جس کے پاس عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے!

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ اپنے سفرنامہ ”انبیاء کی سرزمین میں چند روز“ میں ملک شام کے شہر دمشق میں سفید مینارہ کے متعلق رقم طراز ہیں:

اسی راستے میں جاتے ہوئے ایک بلند سفید مینارہ ملا، مقامی ساتھیوں نے بتایا کہ یہی وہ مینارہ ہے، جس کے بارے میں غالب گمان یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پاس نازل ہوں گے۔

مجھے یہ مینارہ دیکھنے کی پہلی ہی سے تمنا تھی، کیونکہ قرآن حکیم نے خبر دی ہے اور پوری امت مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ظلم و تشدد کیا اور قتل کا منصوبہ بنایا تو اللہ رب العالمین نے ان کو اپنے پاس زندہ اٹھالیا تھا اور قیامت سے پہلے ان کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے ان کے دنیا میں نازل ہونے کی تفصیلات اور کیفیات بہت سی احادیث میں ارشاد فرمائی ہیں، جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔ ان میں سے ۳ حدیثوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتلایا ہے کہ جب دجال کا فتنہ پھیلا ہوا ہوگا تو:

”بعث اللہ المسیح ابن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق۔“

ترجمہ: ”اللہ مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا، پس وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینارہ کے پاس نازل ہوں گے۔“

ساتویں صدی کے مشہور محدث وفقیہ اور صحیح مسلم کے عظیم شارح علامہ نوویؒ (ولادت محرم ۶۳۱ھ، وفات رجب ۶۷۶ھ) جو شام ہی کے باشندے ہیں اور دمشق میں رہے ہیں، وہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: ”یہ مینارہ آج بھی دمشق کے مشرق میں موجود ہے۔“

آٹھویں صدی کے مشہور مفسر ومحدث اور فقیہ مورخ حافظ ابن کثیرؒ جو خاص دمشق ہی کے رہنے والے ہیں، فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مقام نزول کے بارے میں زیادہ مشہور یہی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ مینارہ ۷۴۱ھ میں ہمارے زمانے میں از سر نو سفید پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہے، کیونکہ عیسائیوں نے اسے جلادیا تھا، اب انہی کے مصارف پر اسے تعمیر کیا گیا ہے، فرماتے ہیں کہ: شاید یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کھلے دلائل میں سے ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے مال سے اس سفید مینارے کی تعمیر مقرر فرمادی تاکہ عیسیٰ علیہ السلام یہاں نازل ہوں۔

اس وقت یہ سفید مینارہ ہمارے سامنے تھا اور یہ دمشق کے ٹھیک مشرق میں ”غوطہ“ کے پاس، یا ”غوطہ“ کے اندر ہی ہے، موجودہ لوگوں کا غالب گمان بھی یہی ہے کہ یہی وہ مینارہ ہے جس کی خبر مذکورہ بالا حدیثوں میں دی گئی ہے۔

مجازی نبوت کا تارِ عنکبوت

تیسری قسط

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

مرزا صاحب نے اپنے نہ ماننے والوں کو صرف لفظی اور ذہنی طور پر اسلام سے خارج نہیں کیا بلکہ اپنی اُمت کو یہ حکم بھی فرمایا کہ وہ دیگر مسلمانوں سے کلی طور پر انقطاع اختیار کرلیں۔ دینی اور معاشرتی امور میں ان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہ رکھیں۔ مرزا صاحب کے منکروں کو ایک الہام میں ابولہب اور ہامان قرار دے کر ان کی ہلاکت کی خبر دی گئی تھی: ’’تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ‘‘ اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

’’اس کلامِ الٰہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے (جن میں وہ تمام مسلمان شامل ہیں جو مرزا صاحب پر ایمان نہیں لائے...ناقل) ہلاک شدہ قوم ہے۔ اس لئے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ، مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟ پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو... تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا...کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہوجائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔‘‘

(اربعین نمبر:۳، حاشیہ ص:۲۸، روحانی خزائن، ج:۱۷ ص:۴۱۷)

یہ مرزا صاحب کے دعویٔ نبوّت و رسالت کا مختصر سا خاکہ ہے جو ان کی تصنیفات اور اشتہارات و اخبارات کے سینکڑوں نہیں ہزاروں صفحات پر منتشر ہے۔ نہایت اختصار کے ساتھ ان کے دعویٰ کی نوعیت، اس کے اثرات اور نتائج و ثمرات کا ایک مرتبہ نقشہ آپ کے سامنے ہے۔ اس پر ایک نظر ڈال کر انصاف کیجئے کہ اُمت کے لاہوری فرقے کا یہ دعویٰ کہاں تک صداقت پر مبنی ہے کہ مرزا صاحب ’’مجدد‘‘ تھے۔

اب مرزا صاحب کی نبوّت پر ایک اور پہلو سے غور کیجئے۔ اسلام کا ادنیٰ طالب علم بھی اس امر سے واقف ہے کہ: ۱- کسی غیر نبی کو نبی پر فضیلت نہیں ہوسکتی۔ ۲- انبیائے کرام علیہم السلام میں پانچ حضرات یعنی حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہیں، اور ۳- کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت رسول تھے۔ یہ اسلام کے وہ مسلّمہ عقائد ہیں جن میں کبھی دو رائیں نہیں ہوئیں۔ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب نے بیسیوں جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضلیت کا دعویٰ کیا ہے۔ موصوف نے جب تک حریم نبوّت میں قدم نہیں رکھا تھا اس وقت تک وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی ’’جزوی فضیلت‘‘ کے قائل تھے۔ ملاحظہ ہو:

۱:...’’اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گزرے کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہوسکتی ہے۔‘‘ (تریاق القلوب، ص:۱۵۷، روحانی خزائن ج:۱۵، ص:۴۸۱)

اور جب مقام نبوّت تک ترقی کی تو کھل کر اعلان کردیا:

۲:...’’خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) سے اپنی ’’تمام شان‘‘ میں بہت بڑھ کر ہے اور دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی ص:۱۴۸، روحانی خزائن ج:۲۲، ص:۱۵۱)

۳:...’’مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا۔‘‘ (حقیقۃ الوحی ص:۱۴۸، روحانی خزائن ج:۲۲، ص:۱۵۲)

مرزا صاحب سے ان کے کسی نیازمند نے سوال کیا کہ تریاق القلوب اور مابعد کی عبارتوں میں تناقض ہے، اس کے جواب میں مرزا صاحب نے اپنی وحی، نبوّت اور مسیحیت پر ایک طویل تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

۴:...’’اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟ وہ نبی ہے

اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا۔“

(حقیقۃ الوحی ص:۱۴۹،۱۵۰)

۵:...”مسیح ابن مریم آخری خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے۔ اس لئے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے... میں کیا کروں کس طرح خدا کے حکم کو چھوڑ سکتا ہوں اور کس طرح اس روشنی سے جو مجھے دی گئی، تاریکی میں آسکتا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ میری کلام میں کچھ تناقض نہیں، میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں، میں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس کے مخالف کہا۔“ (حقیقۃ الوحی ص:۱۵۰)

مرزا صاحب کی اس تقریر سے چند چیزیں نکھر کر سامنے آگئیں:

اوّل:... یہ طے شدہ اصول ہے کہ غیر نبی کو نبی پر فضیلت کلی نہیں ہوسکتی۔

دوم:... اوائل میں مرزا صاحب کا عقیدہ یہی تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور وہ خود غیر نبی۔ اس لئے اگر انہیں اپنی کسی بات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نظر آتی تو اسے جزئی فضیلت پر محمول کرتے۔

سوم:... بعد میں وحی الٰہی کی جو بارش ان پر نازل ہوئی اس نے ان کے اس عقیدہ میں تبدیلی پیدا کردی اور صریح طور پر انہیں منصب نبوّت عطا کردیا۔

چہارم:... اس منصب پر فائز ہونے کے بعد وہ ”اپنی تمام شان میں“ عیسیٰ علیہ السلام سے افضل قرار دے دیئے گئے۔

پنجم:... اس تبدیلی عقیدہ کی بنیاد صرف ان پر نازل شدہ وحی تھی اور وہ اس وحی کی پیروی کرنے پر مجبور تھے۔

ششم:... ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعینہ وہی نسبت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی، عیسیٰ علیہ السلام، موسوی سلسلہ کے آخری خلیفہ اور تشریعی نبی تھے۔ ٹھیک یہی منصب محمدی سلسلہ میں جناب مرزا صاحب کا ہے..... مزید سنئے:

۶:...”اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جب کہ مجھ کو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ایک خدمت سپرد کی گئی ہے، اس وجہ سے کہ ہمارا آقا اور مخدوم تمام دنیا کے لئے آیا تھا تو اس عظیم الشان خدمت کے لحاظ سے مجھے وہ قوتیں اور طاقتیں بھی دی گئی ہیں جو اس بوجھ کے اٹھانے کے لئے ضروری تھیں۔ اور وہ معارف اور نشان بھی دیئے گئے جن کا دیا جانا اتمام حجت کے لئے مناسب وقت تھا۔ مگر ضروری نہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ معارف اور نشان دیئے جاتے کیونکہ اس وقت ان کی ضرورت نہ تھی۔

اس لئے حضرت عیسیٰ کی سرشت کو صرف وہ قوتیں اور طاقتیں دی گئیں جو یہودیوں کے ایک تھوڑے سے فرقہ کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں، اور ہم قرآن شریف کے وارث ہیں جس کی تعلیم جامع تمام کمالات ہے اور تمام دنیا کے لئے ہے۔ مگر حضرت عیسیٰ صرف تورات کے وارث تھے جس کی تعلیم ناقص اور مختص القوم ہے۔“ (حقیقۃ الوحی ص:۱۵۱)

یہاں یہ بحث نہیں کہ مرزا صاحب کی اس تقریر میں کیا سقم ہے اور اس کا کتنا حصہ محض شعری و وہمی مقدمات پر مبنی ہے، یہاں صرف یہ دکھانا ہے کہ مرزا صاحب کے بقول ان کی سرشت میں وہ تمام قوتیں اور طاقتیں رکھی گئی ہیں جن سے عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) محروم تھے۔ یہ تو فطری قوتوں میں مرزا صاحب کی برتری تھی، اب روحانی طاقتوں میں ان کی بلندی دیکھئے:

۷:...”پھر جس حالت میں یہ بات ظاہر اور بدیہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی قدر روحانی قوتیں اور طاقتیں دی گئی تھیں جو فرقہ یہود کی اصلاح کے لئے کافی تھیں تو بلاشبہ ان کے کمالات بھی اسی پیمانہ کے لحاظ سے ہوں گے..... اور ہمیں حکم ہے کہ تمام احکام میں اخلاق میں عبادات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔ پس اگر ہماری فطرت کو وہ قوتیں نہ دی جاتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات کو ظلی طور پر حاصل کرسکتیں تو یہ حکم ہمیں ہرگز نہ ہوتا کہ اس بزرگ نبی کی پیروی کرو کیونکہ خدا تعالیٰ فوق الطاقت کوئی تکلیف نہیں دیتا۔“ (حقیقۃ الوحی ص:۱۵۱،۱۵۲)

گر ایں است مکتب ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

۸:...”اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں، کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔“ (حقیقۃ الوحی ص:۱۵۳)

۹:...”اس بات میں بگڑنا اور منہ بنانا اچھا نہیں، کیا جس قادر مطلق نے حضرت عیسیٰ علیہ

السلام کو پیدا کیا، وہ ایسا ہی ایک اور انسان یا اس سے بہتر پیدا نہیں کرسکتا (جل جلالہ)۔"

(حقیقۃ الوحی، ج:۲۲، ص:۱۵۳، ۱۵۴)

۱۰:... "تمام نبیوں کے نام میرے نام رکھے، مگر مسیح ابن مریم کے نام سے خاص طور پر مجھے مخصوص کرکے وہ میرے پر رحمت اور عنایت کی گئی جو اس پر نہیں کی گئی۔ تا لوگ سمجھیں کہ فضل خدا کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اگر میں اپنی طرف سے یہ باتیں کرتا ہوں تو جھوٹا ہوں۔"

(حقیقۃ الوحی، ص:۱۵۴)

۱۱:... "پھر جب کہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو۔"

(حقیقۃ الوحی، ص:۱۵۵)

۱۲:... "جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہئے کہ آنے والا مسیح (مرزا غلام احمد) کچھ چیز ہی نہیں نہ نبی کہلا سکتا ہے نہ حکم جو کچھ ہے پہلا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، ص:۱۵۵)

یہ سب حوالے مرزا صاحب کی صرف ایک کتاب سے لئے گئے ہیں۔ مرزا صاحب کے لئے اپنے رقیب (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) سے نوک جھونک کا مشغلہ کچھ ایسا مرغوب تھا کہ انہوں نے بلا مبالغہ ہزاروں جگہ اس موضوع پر گل افشانیاں کی ہیں، جنہیں پڑھنے کے لئے بھی پتھر کا دل چاہئے۔ بہرحال اگر عقل و انصاف نام کی کوئی چیز دنیا میں موجود ہے تو مرزا صاحب کی مندرجہ بالا تصریحات سے معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت رسول تھے تو مرزا صاحب کو ان سے بڑھ کر "عظیم ترین صاحب شریعت رسول" ہونے کا دعویٰ ہے۔ اب اسے ظلی مجازی نبی کہو، امتی نبی کا لقب دو، یا "آنریری نبی" سمجھو، بہرحال اہل عقل و دانش سن کر یہی کہیں گے:

من انداز قدت را مے شناسم
بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش

اور ایک عیسیٰ علیہ السلام ہی کی کیا تخصیص؟ مرزا صاحب کے نزدیک کوئی بھی نبی اور رسول ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا، وہ کہتے ہیں:

روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

(براہین احمدیہ پنجم ص:۱۱۳، روحانی خزائن ج:۲۱ ص:۱۴۴)

(جاری ہے)

حمد باری تعالیٰ

جان جس میں ہے اسے رزق خدا دیتا ہے
وہ تو پتھر میں بھی کیڑے کو غذا دیتا ہے

دن کو سورج سے زمانے کو ضیا دیتا ہے
رات کو آسمان چاند تاروں سے سجا دیتا ہے

غرق کردیتا ہے فرعون کا لشکر
وہ قافلۂ موسیٰ کو پار لگا دیتا ہے

آگ میں ڈال دیئے جاتے ہیں عاشق اس کے
اور وہ آگ کو گلِ گلزار بنادیتا ہے

وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا
اسی پر ایمان، انسان کو مسلمان بنادیتا ہے

مرسلہ: محترمہ تسنیم کوثر، ساہیوال

قادیانی منصوبہ ناکام ہوگیا!

ڈاکٹر دین محمد فریدی، بھکر

مورخہ ۳/مارچ ۲۰۱۳ء کو موبائل پر میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ خلیل احمد مدظلہ کا میسج آیا کہ قادیانیوں کا ایک گروہ عمرہ پر جانے کے لئے تیار ہے، پاسپورٹ ویزے بنوائے ہیں، ذرا ان کی خبر لو۔ اپنے مقدر پر جھوم اٹھا کہ حضرت مرشد مدظلہ اگر کسی کو بھی حکم دیتے، لاکھوں مرید اشارے کے منتظر، ہر کام پر تیار مگر یہ مرشد مدظلہ کی مجھ ناکارہ پر کتنی بڑی شفقت کہ اس کام کا بندہ کو حکم دیا۔

بندہ نے میسج پڑھ کر مرشد مدظلہ سے رابطہ کیا تو پتہ چلا کہ حافظ والا تحصیل پیپلاں ضلع میانوالی کے آنجہانی امام حقانی قادیانی کے خاندان کے افراد جعلی شناختی کارڈ، مسلمانوں والے پاسپورٹ اور جعلی ویزے پر حرمین شریفین عمرے کے بہانے حرمین شریفین کے تقدس کو پامال کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ مزید تحقیق پر معلوم ہوا کہ مظفر خان ولد امام حقانی قادیانی کی بیوی تسنیم گل ایک بھکر کے ایم این اے کی بہن ہے اور یہ ویزے، پاسپورٹ اس کی مہربانی سے مسلمانوں کی حیثیت سے بنائے گئے ہیں۔ بہرحال پوری تحقیق کے بعد ملک بھر کے اہم ذمہ داروں کو اطلاع کردی۔

مورخہ ۷/مارچ ۲۰۱۳ء کو حضرت صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ نائب امیر مرکزیہ کی صدارت میں ہونے والے ایک بہت بڑے جلسہ عام میں مظفر قادیانی اور اس ایم این اے کو للکارا کہ ختم نبوت کے کارکن حرمین شریفین کے تقدس کو پامال نہیں ہونے دیں گے۔ حافظ والا کے اردگرد ہرنولی پیپلاں کے تقریباً ۲۰ احباب نے اسٹام پیپر پر لکھ کر دے دیا کہ مظفر احمد اور محمود احمد پکے قادیانی ہیں اور پورا خاندان قادیانی ہے، حرمین شریفین میں قادیانیوں کا داخلہ بند ہے، لہٰذا انہیں روکا جائے۔

مورخہ ۱۰/مارچ ۲۰۱۳ء کو اسلام آباد پہنچا، اسلام آباد کے مبلغ مولانا محمد طیب صاحب کو ثبوت مہیا کئے، انہوں نے ساتھیوں کے مشورہ سے سعودی سفارت خانے اور وزارت داخلہ وزارت مذہبی امور کو جماعت کی طرف سے اطلاع کردی۔ اس ایم این اے نے چکر چلایا کہ قادیانی کسی مسجد کے امام سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ لے کر حرمین چلے جائیں۔ ہم نے یہ اطلاع خانقاہ سراجیہ کندیاں دی، حضرت خواجہ خلیل احمد مدظلہ نے فوراً بیان دیا کہ حافظ والا بستی خانقاہ سراجیہ کے قریب ہے، کوئی عالم دین قادیانیوں کے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ جاری نہ کرے، یہ خانقاہ سراجیہ آئیں۔ یہ بیان آنا تھا کہ قادیانیوں اور ان کے سرپرستوں کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور ایم این اے صاحب نے کہا کہ میں تو مسلمان ہوں، میری قادیانیوں کے ساتھ رشتہ داری ہے، اب الیکشن سر پر آ گیا ہے، اگلے سال ہم جائیں گے اور میں خود لے کر جاؤں گا۔ ایم این اے صاحب کو حیرت اس بات پر ہے کہ گھر کی بات دین محمد فریدی کو کیسے پہنچ جاتی ہے؟ بات دراصل یہ ہے کہ اس خاندان کا ایک نصیر خان ہے، اس کی بیٹی جو کہ عالمہ بھی ہے اس ایم این اے نے چکر چلایا کہ یہ لڑکی اپنے قادیانی بھانجے وقاص کو دے دی جائے، اس گھرانے کو اپنی قادیانی ہمشیرہ کے ذریعہ یقین دلایا کہ اپنی لڑکی میرے لڑکے کے نکاح میں دے دو، میرے گھر میں اسلام کی روشنی آجائے گی۔ انہوں نے اعتبار کرلیا نکاح کا دباؤ آیا، نکاح کے وقت بھی لڑکے نے قادیانیت پر لعنت بھیجی، ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ بھید کھل گیا کہ یہ قادیانیت پر پختہ ہیں۔ لڑکی نے بھی قادیانی سے نکاح کا انکار کردیا کہ مسلمان لڑکی اور قادیانی لڑکے کا نکاح ہی نہیں ہوتا، بچی کے ماں باپ نے بھی قادیانی بنیاد پر ساتھ دیا کہ ہم کسی قادیانی کو لڑکی نہیں دیں گے، یہ نکاح کا ڈھونگ ۳۰/اگست ۲۰۰۹ء کو رچایا گیا تھا، جب دباؤ شدید ہوا تو ۲۱/فروری ۲۰۱۱ء کو طلاق کا ڈھونگ رچایا، جب قادیانی سے نکاح ہی نہیں ہوتا تو طلاق کا کیا معنی؟

بہرحال اس لڑکی پر ایم این اے اور اس کے گھرانے کی طرف سے شدید دباؤ ہے، اس لڑکی کے ایمان میں اللہ تعالیٰ مزید ترقی کرے وہ اب ختم نبوت کی مجاہدہ بن چکی ہے۔ اس عظیم مجاہدہ کی معلومات کی بنیاد پر بندہ اپنی جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تعاون سے حرمین شریفین کے تقدس کو قادیانیوں سے ناپاک ہونے سے بچا سکا۔ ☆☆

شریعت کی پاسداری

مرسلہ: مفتی محمد راشد ڈسکوی

گلستان دیوبند کے ہر ہر پھول کی خوشبو نرالی تھی، اس چمن کا جو پھول بھی کسی طرف کھلا، اس کی مہک چہار سُو پھیلتی چلی گئی، ان کی بول چال، لین دین، میل ملاپ، گفتار اور کردار کا ایک ایک انداز سنتِ نبوی میں ڈھلا ہوا تھا، ان کے افعال و اعمال میں شریعت کے ہر ہر حکم کی پاسداری کا نمونہ جس سطح پر تھا وہ کہیں اور دیکھنے میں نہیں آتا، یہی وہ گوہر مقصود ہے جو ہر نفس میں نمایاں طور پر چمکتا ہوا نظر آنا چاہیے، تاکہ مسلم وغیر مسلم، سنت و بدعت، حق و باطل کے درمیان حدِ فاصل اور امتیاز کرنا آسان ہو سکے، آیئے ان ہی باتوں کی ایک جھلک اس گلستان کے دو پھولوں میں دیکھتے ہیں:

''حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک سفر میں ساتھ تھے، حضرت مولانا تھانویؒ کے یہاں ہدیہ قبول کرنے کے کچھ اصول مقرر تھے، مگر مستثنیات بھی تھے، (یعنی کچھ خاص افراد ایسے بھی ہوتے تھے جن سے ہدیہ وصول کرتے وقت ان اصولوں کی رعایت نہیں رکھی جاتی تھی)۔

ایک شخص نے اس سفر میں حضرت تھانویؒ کو ایک گھڑی ہدیہ میں پیش کی، حضرتؒ نے قبول فرمالی۔

حضرت سہارنپوریؒ نے بعد میں ارشاد فرمایا کہ اگر یہ گھڑی ضرورت سے زائد ہو تو اس کو میرے ہاتھ فروخت کردیں؟

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ''میں بھی آپ کا اور گھڑی بھی آپ کی، یوں ہی لے لیجئے۔''

اس پر حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ ''میں ابتدا خریدنے کی کرچکا ہوں، اس لئے اب ہدیہ نہیں ہوسکتا، ہدیہ تو ابتداءً ہوتا ہے''۔ بالآخر کچھ گفتگو کے بعد معاملہ طے ہوگیا اور حضرت سہارنپوریؒ نے گھڑی خرید لی، جب اُس مُہدِی (ہدیہ دینے والے) کو اس واقعہ کا علم ہوا، تو اس کو گرانی ہوئی (یعنی ناگوار گزرا)۔

تو حضرت تھانویؒ نے حضرت سہارنپوریؒ سے فرمایا کہ وہ گھڑی واپس کردیں۔ حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ کیا خیار شرط تھا، جو واپس کروں؟ (خیار شرط کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خریدنے والا شرط لگائے کہ تین دن تک مجھے لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا، جی چاہے گا تو لے لیں گے، ورنہ لوٹا دیں گے، اسی طرح بیچنے والے کو بھی اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ یہ شرط لگائے کہ تین دن تک مجھے بیچنے یا نہ بیچنے کا اختیار ہے، جی چاہا تو بیچ دیں گے، وگرنہ واپس لے لیں گے۔ اس میں تین دن سے زیادہ کی شرط لگانا درست نہیں ہوتا۔)

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ خیارِ شرط تو نہ تھا، مگر ہدیہ دینے والے کو اس فروخت کردینے سے گرانی ہورہی ہے، اس لئے واپسی کا مطالبہ کررہا ہوں۔ (یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ میں ملی ہوئی چیز کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس کے فروخت کردینے کو ہدیہ دینے والا اچھا نہیں سمجھے گا، تو اس چیز کو بیچنا نہیں چاہیے)۔

اس پر حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ (فروخت کرتے وقت) ہدیہ دینے والے کی رضا کو تو شرط قرار نہیں دیا گیا تھا۔

ہمارے درمیان تو بیع کی بات ہوئی تھی۔ (یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بیع میں یہ شرط ٹھہرائی جائے کہ ''اگر ہدیہ دینے والے کو اس چیز کے فروخت ہوجانے پر تکلیف ہوئی تو اس بیع کو فسخ کردیا جائے گا'' تو اس بیع کو فسخ کرنا درست ہے، ورنہ نہیں)۔

تب حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اچھا تو اقالہ کر لیجیے۔ (اقالہ کہتے ہیں بیع یعنی خرید و فروخت والے معاملے کو ختم رفسخ کرنے کو)۔

تو حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ اقالہ کی صحت کے لئے طرفین کی رضامندی شرط ہے اور میں تو اقالہ پر راضی نہیں ہوں۔ (اقالہ کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں اس معاملے کو ختم کرنے پر راضی ہوں، اگر ایک راضی ہوا اور دوسرا راضی نہ ہوا تو شرعاً اقالہ صحیح نہ ہوگا)۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ آپ میرے بڑے ہیں اور چھوٹوں کی خاطر بڑے راضی ہو ہی جایا کرتے ہیں، آپ بھی راضی ہوجایئے۔

اس پر حضرت سہارنپوریؒ نے فرمایا کہ میں ضرور راضی ہوجاتا، مگر میں نے وہ گھڑی اپنے لئے نہیں خریدی تھی، بلکہ میرے ایک دوست ہیں، ان کے واسطے ان کی نیت سے خریدی ہے، میں ان کی طرف سے وکیل بالشراء تھا۔

چنانچہ شراء پر توکیل پوری ہوگئی، اب مجھے اس میں تصرف کرنے کا حق نہیں رہا، اس لئے کہ وکیل کو اس کام کے انجام دینے کے بعد جس کا اس کو وکیل بنایا گیا تھا، تصرف کرنے کا حق نہیں رہتا۔ (اس سے معلوم ہوا کہ وکیل جب اپنے مؤکل کے لئے کوئی چیز خریدلے تو اس خریدنے کے بعد وہ اس میں کوئی تصرف نہیں کرسکتا۔)

پھر کسی اور مجلس میں جس میں وہ مُہدِی بھی موجود تھے، حضرت سہارنپوریؒ نے وہ گھڑی حضرت تھانویؒ کو دے دی۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ اس وقت تو ایسا فرما رہے تھے، اب کیا ہوا؟

تو فرمایا کہ معاملہ تو اسی طرح ہے جس طرح میں نے بتایا تھا، مگر مجھے اپنے دوست پر اعتماد ہے، مجھے اطمینان ہے کہ میرے اس تصرف سے انہیں گرانی نہیں ہوگی۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وکیل بنانے والا ایسا فرد ہو جس نے وکیل کو اختیارِ کامل دیا ہو کہ جیسے مناسب سمجھو تصرف کرو تو پھر اس طرح کے تصرفات کرنے کی اجازت ہے۔)

اپنے اکابرین کی اس دور اندیشی اور شریعت کی پاسداری کو دیکھتے ہوئے ہمیں بھی اس بات کا عزم کرنا چاہیے کہ ہم بھی اپنے ہر طرح کے کاموں میں شریعت کی حدود و قیود کا لحاظ رکھیں گے، اس کے لئے جہاں علم دین کے حصول کی ضرورت پڑے گی وہاں ان اکابرین کی سوانح کا مطالعہ بھی کرنا ہوگا، تاکہ دینی و دنیوی کاموں میں شریعت کو جمع کرنے کا حسین امتزاج سامنے آسکے۔ ☆

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

قادیانیوں کی حامی جماعتوں کے خلاف بھرپور مہم چلائیں گے:

امت مسلمہ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے متحد ہے، گستاخ رسول کو جینے کا کوئی حق نہیں، اس کی سزا صرف موت ہے

ٹنڈو آدم میں ختم نبوت کانفرنس سے مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا عبدالغفور قاسمی، ڈاکٹر خالد محمود سومرو، علامہ حمادی ودیگر کا خطاب

ٹنڈو آدم (پ ر) توہین رسالت قانون میں چھیڑ چھاڑ حکومت کو مہنگی پڑے گی، امت مسلمہ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے متحد ہے۔ قادیانیوں کی حامی جماعتوں کے خلاف بھرپور مہم چلائیں گے۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی جنرل سیکریٹری مولانا محمد اکرم طوفانی، ڈاکٹر خالد محمود سومرو، مولانا عبدالغنی اور دیگر علماء کرام نے ٹنڈو آدم میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ کانفرنس میں سانگھڑ ودیگر اضلاع سے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ مولانا محمد اکرم طوفانی نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے امت مسلمہ متحد اور متفق ہے، فرقہ واریت پھیلانے والوں کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں، ذمیوں کے اسلام میں حقوق ہیں، لیکن گستاخ رسول کے جینے کا کوئی حق اسلام نے نہیں رکھا، اس کی سزا صرف موت ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں بشمول سپریم کورٹ آف پاکستان نے اپنے تاریخی فیصلوں میں لکھا ہے کہ قادیانیوں کو اسلامی شعائر استعمال کرنے سے روکنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر حکومت انہیں روکنے میں ناکام رہی تو مسلمانوں کا توہین رسالت پر اشتعال میں آنا ایک فطری عمل ہے۔ جے یو آئی کے ڈاکٹر خالد محمود سومرو نے کہا کہ ہم عام انتخابات میں ہر اس جماعت کا بھرپور مقابلہ کریں گے جو کسی بھی طرح سے قادیانیوں کو سپورٹ کرتی ہے یا ان کی حامی ہے، مسلمانوں کے اندر جذبۂ عشق رسالت کو تازہ کردیں گے۔ انہوں نے عوام سے عہد لیا کہ وہ ہر ایسی جماعت کا عام انتخابات میں بائیکاٹ کریں جو قادیانیوں کی حمایت کرتی ہے۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی نائب امیر مولانا عبدالغنی نے کہا کہ ہم عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے ماضی کی طرح اب بھی متحد ہیں اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تمام مسالک کا نمائندہ اسٹیج ہے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالغفور قاسمی نے کہا کہ صحابہ کرامؓ نے سب سے زیادہ تحفظ ختم نبوت کی خاطر اپنا لہو بہایا ہے، قادیانی لابی مسلمانوں کے اندر عشق رسالت ختم کرنا چاہتی ہے لیکن وہ اس مذموم مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سندھ کے امیر اور کانفرنس کے داعی مولانا احمد میاں حمادی نے کہا کہ ہم نے ہمیشہ اتحاد ملت کی بات کی، قادیانی اور ان کے ایجنٹوں کو یہ بات گوارا نہیں، انہوں نے کہا کہ ملک میں جاری کشیدگی، بم دھماکوں، خودکش حملوں میں قادیانی ہی ملوث ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ خبریں گردش کررہی ہیں کہ اقوام متحدہ اور امریکا پاکستان پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ توہین رسالت قانون کو ختم کیا جائے لیکن مسلمان ایسا ہونے نہیں دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ کوئی مسلمان اپنے نبی کی توہین پر خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔ جے یو آئی حیدرآباد کے امیر مولانا تاج محمد ناہیوں، صاحبزادہ مولانا محفوظ الرحمٰن شمس نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت اور گستاخ رسول کا مل کر مقابلہ کرنے پر ہم علامہ احمد میاں حمادی کی خدمات کو خراج تحسین اور سلام پیش کرتے ہیں۔ کانفرنس سے مولانا محمد علی صدیقی، مولانا توصیف احمد، مولانا تجمل حسین، علامہ محمد راشد مدنی، مفتی محمد طاہر مکی، حافظ محمد زاہد حجازی، جماعت اسلامی کے رہنما عبدالعزیز ایڈووکیٹ، مولانا دوست محمد فاروق، قاری محمد امجد مدنی، مفتی محمد یعقوب مگسی، شیخ الحدیث مفتی عبدالحی بروہی، مولانا غلام محمد سومرو، مفتی محمد امان اللہ بلوچ، مفتی حفیظ الرحمٰن رحمانی، مفتی حبیب الرحمٰن رحمانی، ڈاکٹر شمشاد علی ودیگر نے بھی خطاب کیا۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۲۲ مارچ ۲۰۱۳ء)

کانفرنس کی جھلکیاں

☆... ختم نبوت کانفرنس کی صدارت مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہ اور نگرانی علامہ احمد میاں حمادی مدظلہ نے کی۔

☆... کانفرنس کا آغاز بعد نماز عشاء تلاوت کلام پاک سے کیا گیا۔

☆... ایم اے جناح روڈ پر وسیع و عریض اسٹیج بنایا گیا تھا، جس کے چاروں طرف شبان ختم نبوت کے رضاکار موجود تھے، مکمل تلاشی کے بعد جلسہ گاہ میں عوام کو آنے دے رہے تھے۔

☆... حکومت کی جانب سے جلسہ گاہ کے سامنے بکتر بند اور پیچھے پولیس موبائل کھڑی کی تھیں۔

سلام زندہ باد

فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی

تاجدار ختم نبوت زندہ باد

حضرت خواجہ **خان محمد** صاحب نور اللہ مرقدہ

شیخ الحدیث استاذ المحدثین حضرت مولانا **سرفراز خان صفدر** نور اللہ مرقدہ

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت **سید نفیس الحسینی** صاحب نور اللہ مرقدہ

تاریخی عظیم الشان ختم نبوّۃ کانفرنس

مینی اسٹیڈیم شیخوپورہ روڈ گوجرانوالہ

شمع ختم نبوت کے پروانوں سے شرکت کی درخواست ہے

27 اپریل 2013 بروز ہفتہ بعد از نماز مغرب

حکیم العصر محدث دوراں ولی کامل مخدوم العلماء
حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا **عبد المجید لدھیانوی** صاحب دامت برکاتہم
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

استاذ المحدثین حضرت مولانا ڈاکٹر **عبد الرزاق اسکندر** صاحب دامت برکاتہم
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

یادگار اسلاف حضرت مولانا **عزیز الرحمن جالندھری** صاحب دامت برکاتہم
مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضرت مولانا ولی ابن ولی صاحبزادہ خواجہ **عزیز احمد** صاحب مدظلہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ملک کے جید علماء، مشائخ، عظام اور مذہبی و سیاسی جماعتوں کے قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔

شعبہ نشر و اشاعت **عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گوجرانوالہ**

055-4294656
055-4215663
0302-5152137
0300-4304277
0333-8124047
0300-7465445